REGD. No. P. 67 PHONE NO. 35

بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے

شبیہ مبارک حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام

اسلام کا ایک فتح نصیب جرنیل

جس کی آمد اپنے جلو میں ملتِ بیضا کے پژمردہ و خزاں دیدہ چمن میں نوید بہاراں لائی۔ اور جس کے وجودِ فیض رساں کی برکت سے لاکھوں تشنہ کام اور جاں بلب روحیں بادۂ روحانیت سے سیراب ہوئیں ـــــ بارگاہِ ایزدی سے "سلطان القلم" کا عظیم القدر خطاب پانے والا وہ بطلِ جلیل جس کی سوانح مبارکہ اور سیرتِ طیبہ کے چند دُرّ ہائے منثور کو اپنے دامن میں سمیٹے "بدر" کا یہ شمارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہے ؎

جریُ حضرتِ باری، غلامِ خیرِ انام ❁ امام مہدی و عیسیٰ، ہوں تجھ پہ لاکھوں سلام

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

جلد ۱۹　　ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۱۹ر امان ۱۳۴۹ ہش　　شمارہ ۱۲

مُبارک وہ جواَب ایمان لایا صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا

(المسیح الموعودؑ)

مقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا دعویٰ جس کی طرف عنوان میں اشارہ کیا گیا ہے یہ کوئی معمولی دعویٰ نہیں ہے۔ اس دعوے کی بُنیاد اوّل قرآنی آیات وبیّنات پر ہے۔ دوئم نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مقدسہ۔ سوئم عصر حاضر کے واقعات اور تائیداتِ سماوی پر ہے۔ اس صُورت میں ہر خرد مند پر فرض عائد ہوتا ہے کہ آپؑ کے اِس دعویٰ پر غور کرے۔ اور ان دلائل کا موازنہ کرے جو آپ کے صدق دعوے پر قائم ہوتے اور خدا تعالےٰ کی فعلی شہادت سے تقویت پاتے ہیں۔

٭ ٭ ٭

جہاں تک قرآن کریم سے اس بات کے ثبوت کا تعلق ہے سورت جمعہ کی ابتدائی چند آیات پر غور کر لینا ہی کافی ہے۔ اس جگہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کا واضح رنگ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ پہلی بعثت میں آپ کے اوّل المخاطبین اُمّی تھے جن میں آپ نے تلاوتِ آیات۔ تزکیہ نفوس تعلیم کتاب وحکمت کے چاروں فرائض بطریقِ احسن سرانجام دئے جانے کا آغاز فرمایا۔ اور دینِ اسلام کا دورِ اول بڑا ہی شان وشوکت سے گزرا۔ تاریخ عالم پر عہدِ اسلام کی ایسی بے نظیر چھاپ لگادی گئی جسے کبھی بھی بھلایا نہیں جا سکتا۔ اور نوعِ انسان کو ایسے دین سے متعارف وعامل بنادیا گیا جس نے انسان کی جملہ رُوحانی ضروریات کو بڑی سادگی اور جامعیت کے ساتھ بیان کیا اور ہر شعبۂ زندگی میں مشعلِ راہ بن کر چکا جس کی تعلیم تاقیامت قابلِ عمل رہے گی اور نوعِ انسانی اس سے ہدایت اور نُور حاصل کرتی چلی جائے گی ——!!

٭ ٭ ٭

سورت جمعہ کی انہی آیات کے تذکرہ میں بخاری شریف میں اس مضمون کی روایت بھی بیان ہوئی ہے کہ آیتِ کریمہ واٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم کے نزول کے وقت صحابہ کرامؓ نے حضورؐ سے واٰخرین منھم کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ روایت بتاتی ہے کہ اس مجلس میں حضرت سلمان فارسی بھی موجود تھے۔ آپؐ نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:-

لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ

اور مطلب یہ تھا کہ میری امت پر ایک ایسا وقت بھی آنے والا ہے جبکہ دلوں میں نورِ ایمان باقی نہیں رہے گا۔ اور محاورہ کے رنگ میں یہ کہنا بجا ہوگا کہ ایمان ثریّا پر چلا گیا ہے۔ ایسے وقت سلمان فارسی کی قوم فارس کے جواں مرد ثریّا ستارے پر سے ایمان کو پھر سے واپس لائیں گے اور دلوں میں پھر نورِ ایمان کی شمع روشن ہوگی اور اُمت کے افراد زندہ ایمان سے خوش بخت ہونگے اور ایک پاک جماعت خاص قسم کی قوتِ عملیہ کے ساتھ آگے بڑھے گی۔

٭ ٭ ٭

اسی کے ساتھ ان احادیث مقدسہ کو بھی مستحضر کر لیجئے جن میں نزولِ مسیحؑ کی خبر دیتے ہوئے افرادِ امت کو یہاں تک تاکید کی گئی ہے کہ:-

مَنْ اَدْرَكَ مِنْكُمْ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَلْيَقْرَئْهُ مِنِّي السَّلَامَ۔ رَوَاهُ

حاکم عن انس۔　　(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۶)

کہ تم میں سے جو بھی مسیح آخر الزمان کو پائے وہ میری طرف سے سلام پہنچائے۔

رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے پیغامِ سلام پہنچایا جانا کوئی معمولی بات نہیں۔ ان مختصر مگر جامع الفاظ میں دراصل یہ پیشگوئی تھی کہ مسیح موعود کے وقت میں بڑے بڑے فتنے اٹھیں گے۔ ان کی تکفیر وتکذیب کی جائے گی۔ اُن کی عزّت اور جان پر حملے ہوں گے۔ قتل کے فتوے دئے جائیں گے اور تدبیریں کی جائیں گی۔ اس لئے بطور تسلّی پہلے ہی فرمادیا کہ اے مسیح! تجھے سلامتی ہی ہے۔ خدا ان سب دشمنوں کو مذموم ارادوں میں ناکام ونامراد رکھیگا۔ اور وہ ہر ایسی کوشش میں خائب وخاسر رہیں گے۔ تیرا بال بیکا نہیں ہوگا —— !!

چنانچہ واقعات نے اس حقیقت کو سچّا ثابت کر دکھایا۔ اِدھر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بحکم الٰہی اس بات کا اعلان کیا کہ مسیح موسوی جس کے نزول کا انتظار کیا جارہا ہے۔ وہ اپنی طبعی موت سے وفات پاچکے ہیں۔ اور کہ جس نے آنا تھا وہ مَیں ہی ہوں۔ چاہے کوئی اس کو مانے یا انکار کر دے حقیقت یہی ہے۔ تب مخالفت کا ایک طوفان اٹھا۔ اور آپؑ کو تباہ وبرباد کر دینے کی تدبیریں کی گئیں۔ اس پر کم وبیش پون صدی کا زمانہ گذرتا ہے۔ باوجود شدید قسم کی مخالفتوں کے وہی ہُوا جس کی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بشارت دی تھی یعنی مخالفتوں کے ان طوفانوں میں مسیح موعود کے لئے آسمان سے سلامتی ہی سلامتی برستی رہی۔ اور آپ کا مشن دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا چلا گیا —— !!

٭ ٭ ٭

بخاری شریف کی مذکورۃ الصدر حدیث میں جس طرح بتایا گیا تھا آپؑ کے آنے سے سب سے پہلے دنیا کو نیا اور تازہ ایمان ملا جس نے ایمان لانے والوں کے اندر قوتِ عملیہ پیدا کی اور ان کی زندگی کو یکسر بدل دیا۔ ان افراد سے جو جماعت تیار ہوئی اس کے ذریعہ ایک ایسے پُر امن روحانی انقلاب کا آغاز ہُوا جس کی فی الوقت دُنیا کو بے حد ضرورت تھی۔ یوں تو اَن گنت فرقوں اور جماعتوں کی طرف سے دعاوی اس بات کے کئے جارہے ہیں۔ کہ اصلاحِ احوال کا نسخہ گویا انہی کے پاس ہے لیکن ان میں سے کتنے ہیں جن کی مساعی کا آغاز دل کی صفائی اور معرفتِ حق کے اصلی نقطہ سے ہُوا۔ اور ان کا قدم رُوحانی مصلحین کے قدم پر اٹھا؟ پھر ان کے اعمال وخیالات میں اسی زمرہ کے ساتھ مطابقت پائی گئی۔ زیادہ تفصیلات کو جانے دیجئے رسول مقبوُل صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس بیان پر غور کیجئے جو آپؐ نے امتِ محمدیہ کے مختلف فرقوں میں منقسم ہو جانے کی خبر دیتے ہوئے واضح کیا تھا کہ ۷۳ فرقوں میں سے ایک ہی فرقہ ناجی ہوگا۔ حضور پر نورؐ سے جب اس خوش قسمت فرقہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو حضورؐ نے صاف فرمایا:-

الا وھی الجماعۃ اور ساتھ ہی واضح فرمایا کہ ما انا علیہ وَ اصحابی۔

کہ سنو وہ فرقہ جَمَاعَۃ کا رنگ رکھتا ہوگا۔ اور جو عملی نمونہ میرا اور میرے صحابہ کا ہے وہی اس کا بھی ہوگا۔ اب جاؤ اور ساری دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے مختلف فرقوں کو دیکھ لو۔ اُن کے اعمال وکردار کا جائزہ لے لو۔ اس مشابہت میں کون پُورا اترتا ہے؟

پہلے نمبر پر تو امام الزّمان ہی کا وجود آتا ہے۔ اور اس امام کے ساتھ شامل ہونے والے اور اس کی کامل اطاعت کرنے والے جماعت کہلاتے ہیں۔ سورت جمعہ کی آیت کریمہ وَ اٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم کے مطابق خدا تعالےٰ نے اس زمانہ میں رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلّم کے بروزِ کامل کو مبعوث فرمایا جبکہ یہ زمانہ انواع واقسام کے بگاڑ کے سبب ہم رنگ زمانہ نبوی بن گیا۔ اور مسلمانوں کی جو ناگفتہ بہ حالت ہوگئی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اسلئے ایسے وقت میں الامام المھدی کے ذریعہ نام کے مسلمانوں کو پھر سے حقیقی اور باعمل مسلمان بنادینے کا کام شروع ہوُا۔ اسی امام عالی مقام کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر جماعتِ احمدیہ نے خدمت واشاعتِ دین کے کام کو جس طور پر چلایا آج کوئی بھی دوسرا اسلامی فرقہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا —— !!

(باقی دیکھیں صلا پر)

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۱۷ر امان (مارچ)۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق ۱۲ر مارچ کی رپورٹ مظہر ہے کہ:-

ویسے تو طبیعت اچھی ہے لیکن ضعف کی شکایت باقی ہے۔

احباب خاص توجہ اور التزام سے دُعائیں کریں کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے آمین۔

قادیان ۱۷ر امان۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہٗ اللہ تعالےٰ مع اہل وعیال بفضلہٖ تعالےٰ خیریت سے ہیں الحمد للہ۔

★ —— محترم حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعتِ احمدیہ قادیان مع درویشان کرام خیریت سے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

علومِ جدیدہ کی روشنی کے اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حفاظت کیلئے اس جماعت کو قائم کیا ہے

مُبارک ہیں وہ لوگ جو اس سلسلہ کی قدر کرتے ہیں اور اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں

مَلفُوظَات حضرت اقدس مسیح موعود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

اللہ تعالیٰ نے تیرہ سو سال پہلے اِسلام کو دُنیا میں ظاہر کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ظاہر کیا۔ لیکن آج تیرہ سو سال بعد اور اس وقت کہ چودھویں صدی کے بھی پندرہ سال گزر گئے۔ اس کو آریوں، برہموؤں، طبیعیوں اور دہریوں یا عیسائیوں کے سامنے بیان کرو تو وہ ہنس دیتے ہیں۔ اور تمسخر میں اُڑا دیتے ہیں۔ ایسی مصیبت کے وقت میں کہ ایک طرف علومِ جدیدہ کی روشنی، دُوسری طرف طبیعیوں میں ایک خاص انقلاب پیدا ہو جانے کے بعد مختلف فرقوں اور مذہبوں کی کثرت ہے۔ ان اُمور کا پیش کرنا اور لوگوں سے منوانا بہت ہی پیچیدہ بات ہو گئی تھی اور اسلام اور اس کی باتیں ایک قصہ کہانی سمجھی جانے لگی تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جو نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ (پ ۱۴) کا وعدہ دے کر قرآن اور اِسلام کی حفاظت کا خود ذمّہ دار ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو اس مُصیبت سے بچا لیا اور فتنہ میں پڑنے نہ دیا۔

پس مبارک ہیں وہ لوگ جو اس سلسلہ کی قدر کرتے اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اگر ثبوت نہ ملے تو یہ بالکل ٹھیک ہے کہ جیسا انسانی طبائع کا خاصہ ہے کہ وہ بدظنّی کی طرف جھٹ رجوع کر لیتی ہیں۔ تو اندرونی طور پر ہی لوگ ایک قصّہ کہانی سمجھ کر قرآن اور اسلام سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔ مثلاً دیکھو اگر اندر کھڑکا ہو تو باہر والا خواہ مخواہ خیال کرے گا کہ اندر کوئی آدمی ضرور ہے۔ مگر وہ جب دو چار دن تک دیکھتا ہے کہ اندر سے کوئی نہیں نکلا تو پھر اس کا خیال مبدّل ہونا شروع ہوتا ہے۔ تو پھر بدون اندر جانے کے ہی وہ سمجھ لیتا ہے کہ اگر انسان ہوتا تو اس کو کھانے پینے کی ضرورت پڑتی اور وہ ضرور باہر آتا۔ اگر نبوّت کے انوار و برکات جو وحی ولایت کے رنگ میں آتے ہیں اس فلاسفی اور روشنی کے زمانہ میں ظاہر نہ ہوتے تو مسلمانوں کے بچّے مسلمانوں کے گھر میں رہ کر اسلام اور قرآن کو ایک قصہ کہانی اور داستان سمجھ لیتے۔ اور اسلام سے ان کو کوئی واسطہ تعلق نہ رہتا۔ اس طرح پر گویا اسلام کو معدوم کرنے کا سلسلہ بندھ جاتا مگر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت اس کا ایفائے وعدہ کا جوش کب ایسا ہونے دیتا تھا جیسا کہ ابھی میں نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۹۵ و صفحہ ۹۶)

مُناجات

منظوم کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار
اے مرے پیارے مرے مُحسن مرے پروردگار

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگاہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار

ابتدا سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہرتوں سے مجھ کو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار

پر مجھے تُو نے ہی اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا
مَیں نے کب مانگا تھا یہ تیرا ہی ہے سب برگ و بار

کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
خاک میں ہو گا یہ سر گر تُو نہ آیا بن کے یار

فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
کشتئ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا!
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سُن لے پکار

تبرکات

حضرت اقدس مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک بے نظیر کارنامہ

صفاتِ باری تعالےٰ سے متعلّق عوام و خواص کی غلط فہمیوں کا ازالہ

اقتباس از تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمودہ جلسہ سالانہ ۱۹۲۸ء

تیسرا کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی صفات کے متعلق لوگوں کے خیالات میں جو فساد پڑ گیا تھا اس کی آپ نے اصلاح کی ہے مذہب میں سب سے بڑی ہستی خدا تعالیٰ کی ہستی ہے۔ مگر اس کی ذات کے متعلق مسلمانوں میں اور دوسرے مذہبوں میں اتنا اندھیر مچا ہوا تھا۔ اور ایسی خلافِ عقل باتیں بیان کی جاتی تھیں۔ کہ ان کی موجودگی میں اللہ تعالےٰ کی طرف کسی کو توجہ ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس خرابی کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُور کیا۔

خدا تعالیٰ کے متعلق یہ غلط خیالات پھیلے ہوئے تھے (۱) شرک جلی اور خفی میں لوگ مبتلا تھے۔ (۲) بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ یقین رکھتے تھے کہ اگر خدا ہے تو وہ علّت العلل ہے۔ وہ اس کی قوتِ ارادی کے منکر تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ جس طرح مشین چلتی ہے اسی طرح خدا تعالےٰ سے دنیا کے کام ظاہر ہو رہے ہیں۔ ہزاروں علّتوں میں سے وہ ایک علّت ہے گو آخری اور سب سے بڑی۔ مگر بہرحال ایک اضطرار کے رنگ میں اس کے سب افعال صادر ہوتے ہیں۔ مسلمان کہلانے والوں میں سے بھی فلسفہ کے دلدادے اس خیال سے متأثر ہو چکے تھے۔ (۳) بعض لوگ خیال کر رہے تھے کہ دُنیا آپ ہی آپ بنی ہے اور قدیم ہے۔ خدا تعالیٰ کا جوڑنے جاڑنے سے زیادہ دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ بعض مسلمان بھی اس غلطی میں مبتلا تھے۔ (۴) بعض لوگ خدا تعالےٰ کے رحم کا انکار کرنے لگ گئے تھے۔ اور یہ کہتے تھے کہ خدا میں رحم کی صفت نہیں پائی جاتی کیونکہ وہ عدل کے خلاف ہے۔ (۵) بعض لوگ خدا تعالےٰ کی قدرت کا ایسا ناقص اندازہ کرنے لگ گئے تھے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی صفات کے ظہور کو چند ہزار سال میں محدود کر دیا تھا۔ اور خیال کرتے تھے کہ بس خدا تعالیٰ کی صفات اسی چند ہزار سال میں ظاہر ہوئی ہیں۔ اور اگر اس دَور کو لمبا بھی کرتے تھے تو اتنا کہ گو اس دُنیا کی عُمر لاکھوں سال کی مانتے تھے مگر خدا تعالےٰ کی صفات کے ظہور اسی دَور کے ساتھ محدود کرتے تھے۔ (۶) بعض لوگ خدا کی قدرت کو غلط طریق سے ثابت کرتے ہوئے یہ کہتے کہ خدا جھوٹ بھی بول سکتا ہے چوری بھی کر سکتا ہے۔ اگر نہیں کر سکتا۔ تو معلوم ہُوا کہ اس میں قدرت نہیں۔ (۷) بعض لوگ خدا تعالےٰ کو قانون قضا و قدر جاری کرنے کے بعد بالکل بیکار سمجھتے اور اس وجہ سے کہتے تھے کہ دعا کرنا فضول ہے۔ جب خدا کا قانون جاری ہو گیا ہے کہ فلاں بات اس طرح ہو تو دعا کرنا بے فائدہ ہے۔ دُعا سے اس قانون میں روکاوٹ نہیں پیدا ہو سکتی۔ (۸) خدا تعالےٰ کے صفات کے اجراء کا مسئلہ بالکل لاینحل سمجھا جانے لگا تھا۔ لوگ خدا تعالیٰ کی سب صفات کے ایک ہی وقت میں جاری ہونے کا علم نہ رکھتے تھے۔ وہ سمجھ ہی نہ سکتے تھے کہ خدا تعالےٰ جو شدید العقاب ہے وہ اس صفت کو رکھتے ہوئے ایک ہی وقت میں وہاب کس طرح ہو سکتا ہے۔ وہ حیران تھے کہ کیا ایک انسان کے لئے کہا جا سکتا ہے کہ وہ بڑا سخی ہے اور بڑا بخیل بھی ہے۔ اگر نہیں تو خدا کے لئے کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں قہار بھی ہے اور رحیم بھی۔ چونکہ قرآن میں خدا تعالےٰ کی ایسی صفات آئی ہیں جو بظاہر آپس میں مخالفت رکھتی ہیں اس لئے وہ لوگ حیران تھے۔

(۹) بعض لوگ اس خیال میں پڑے ہوئے تھے کہ ہر چیز خدا ہی خدا ہے۔ اور بعض اس وہم میں پڑے ہوئے تھے کہ ایک تخت ہے خدا تعالیٰ اس پر بیٹھا ہُوا حکم کرتا ہے۔

(۱۰) خدا تعالیٰ کی طرف توجہ ہی نہیں رہی تھی۔ حتیٰ کہ جب کوئی مکان یا گھر ویران ہو جاتا تو کہتے کہ اب تو اس میں اللہ ہی اللہ ہے۔ یا کسی کے پاس کچھ نہ رہتا تو کہا جاتا کہ اب تو اس کے پاس اللہ ہی اللہ ہے جس کا یہ مطلب تھا کہ خدا تعالیٰ بھی ایک خلو ہی کا نام ہے۔ خدا تعالےٰ کی محبت اور اس کے ملنے کی تڑپ بالکل مٹ گئی تھی۔ جنوں اور بھوتوں کی ملاقات۔ عمل حب اور عمل بغض کی خواہش تو لوگوں میں تھی لیکن اگر نہ تھی تو خدا تعالےٰ کی ملاقات کی خواہش نہ تھی۔

ان اختلافات کے طوفان کے وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام ظاہر ہوئے۔ اور آپؑ نے ان سب غلطیوں سے مذہب کو پاک کر دیا۔ سب سے پہلے میں شرک کو لیتا ہوں آپؑ نے شرک کو پورے طور پر رد کیا اور توحید کو اپنے پُورے جلال کے ساتھ ظاہر کیا۔ آپ سے پہلے مسلمان علماء تین قسم کا شرک مانتے تھے۔ (۱) بتوں۔ فرشتوں اور معیّن چیزوں کی عبادت کرنا۔ مگر باوجود اس کے عوام تو الگ رہے علماء تک قبروں پر سجدے کرتے تھے۔ لکھنؤ میں ایک بڑے مولوی کو مَیں نے قبر پر سجدہ کرتے بچشمِ خود دیکھا ہے۔ (۲) علماء تسلیم کرتے تھے کہ کسی میں خدائی صفات تسلیم کرنا بھی شرک ہے مگر یہ صرف مُنہ سے کہتے تھے۔ بڑے سے بڑے توحید پرست وہابی بھی حضرت مسیحؑ کو ایسی صفات دیتے تھے جو خدا سے ہی تعلق رکھتی ہیں۔ مثلاً یہ کہتے کہ وہ آسمان پر کئی سو سال سے بیٹھے ہیں۔ نہ کھاتے ہیں۔ نہ پیتے ہیں۔ نہ ان پر کوئی تغیر آتا ہے اور یہ بھی مانتے ہیں کہ بعض انسانوں نے مُردے زندہ کئے تھے۔ اور مسیحؑ نے تو علاوہ مُردے زندہ کرنے کے پرندے بھی پیدا کئے تھے۔

(۳) بڑے بڑے عالم اور دین کے ماہر یہ مانا کرتے تھے کہ چیزوں پر اتکال کرنا یعنے یہ سمجھنا کہ کوئی چیز اپنی ذات میں فائدہ پہنچا سکتی ہے یہ بھی شرک ہے۔ مثلاً اگر کوئی یہ سمجھتا کہ فلاں دوائی بخار اُتار دیگی تو وہ شرک کرتا۔ اصل میں یوں سمجھنا چاہیئے کہ فلاں دوائی خدا تعالےٰ کے دیئے ہوئے اثر سے فائدہ دے گی۔ کیونکہ جب تک ہر چیز میں خدا کا ہی جلوہ نظر نہ آئے۔ اس وقت تک اس سے فائدہ کی امید رکھنا شرک ہے۔

یہ شرک کی بہت عمدہ تعریف ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے بھی اوپر تعریف بیان کی ہے جس کی نظیر پچھلے تیرہ سو سال میں نہیں ملتی۔ آپؑ نے توحید کے متعلق مختلف کتابوں میں مضامین لکھے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جو باتیں لوگوں نے بیان کی ہیں ان کے اُوپر اور ان سے بالا ایک اور درجہ کامل توحید کا ہے۔ آخری درجہ پچھلے علماء نے توحید کا یہ بیان کیا تھا کہ ہر چیز میں خدا کا ہاتھ کام کرتا ہُوا نظر آئے۔ گو یہ صحیح ہے مگر ہے تو آخر اپنا خیال ہی کیونکہ جو شخص اپنے ذہن میں یہ خیال جماتا ہے کہ سب کچھ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہو رہا ہے۔ وہ اس توحید کو خود پیدا کر رہا ہے۔ اور اپنی پیدا کی ہوئی توحید کامل توحید نہیں کہلا سکتی۔ توحید وہی کامل ہوگی کہ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے جلوہ گر ہو۔ اور جس کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ خود ماسویٰ کو مٹا ڈالے۔ اور یہی توحید اصلی توحید ہے۔ اور اسی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اور قرآن کریم نے اور تمام انبیاء نے پیش کیا ہے۔ یعنی بندہ اللہ تعالیٰ کے اس قدر قریب ہو جائے کہ اسے اس امر کی ضرورت نہ رہے کہ وہ سوچے کہ خدا تعالیٰ ایک ہے۔ بلکہ خدا تعالےٰ اپنے ایک ہونے کو خود اس کے لئے ظاہر کر دے۔ اور ہر چیز میں خدا تعالےٰ اس کے لئے اپنا ہاتھ دکھائے اور ہر چیز اس کے لئے بطور شفاف شیشہ کے ہو جائے۔ کہ جس طرح وہ اپنے آپ کو بیچ میں سے غائب کر دیتا ہے اور اس کے پرے جو چیز ہو نظر آنے لگتی ہے اسی طرح تمام دُنیا کی اشیاء ایسے انسان کے لئے بمنزلۂ آئینہ ہو جائیں اور وہ اپنے خیال سے اُن میں اللہ تعالےٰ کو نہ دیکھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کو خاص طور پر ظاہر کر کے ہر چیز میں اُسے نظر آنے لگے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ خالی عقیدہ رکھنا کہ ہر چیز میں خدا کا ہاتھ ہے یہ اعلیٰ توحید نہیں۔ بلکہ کمال توحید یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہر چیز میں سے اپنا ہاتھ دکھائے۔ جب ایسا ہو تب خدا تعالےٰ واقعہ میں ہر چیز میں نظر آتا ہے۔ محض ہمارا خیال نہیں ہوتا۔

یہ ایسی توحید ہے جو عقیدہ سے تعلق نہیں رکھتی۔ بلکہ انسان کے تمام اعمال پر حاوی ہے۔ ایک مسلمان کی اخلاقی۔ تمدنی۔ سیاسی۔ معاشرتی۔ غرضیکہ ہر قسم کی زندگی پر حاوی ہے۔ جب انسان کھانا کھائے تو خدا اس کھانے میں جلوہ دکھا رہا ہو۔ اور کھانے کی تمام ضرورتوں اور اس کی حدود کو اس پر ظاہر کر رہا ہو۔ اور اپنا جلال دکھا رہا ہو۔ جب پانی پیئے تو بھی اسی طرح ہو۔ جب دوستوں سے ملے تب بھی ایسا ہی ہو۔ غرض ہر اک کام جو وہ کرے خدا تعالیٰ اس کے ساتھ ہو اور اس میں اپنی قدرت اس کے لئے ظاہر کر رہا ہو۔

یہ کامل توحید کا درجہ ہے۔ جب کسی کو یہ حاصل ہو جائے تو اس کے بعد کسی قسم

کا شبہ باقی نہیں رہتا۔ اور اسی توحید پر ایمان لانا مدارِ نجات ہے۔ اور اسی کی طرف قرآن کریم کی اس آیت میں اشارہ ہے کہ الذین یذکرون اللہ قیامًا وقعودًا و علیٰ جنوبھم ویتفکّرون فی خلق السمٰوٰتِ والارض ربّنا ماخلقتَ ھٰذا باطلا۔ سبحانک فقنا عذاب النّار۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوئے بھی اور بیٹھے ہوئے بھی اور پہلوؤں پر بھی اور زمین اور آسمانوں کی پیدائش کے متعلق بھی فکر کرتے ہیں خدا ان کے سامنے آجاتا ہے اور وہ بے اختیار ہو کر پکار اٹھتے ہیں کہ ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النّار۔ اے ہمارے رب یہ چیزیں جو تو نے بنائی تھیں لغو نہ تھیں۔ ان کے ذریعہ ہم تجھ تک آگئے ہیں۔ تو پاک ہے۔ اب ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔ یعنے ایسا نہ ہو کہ ہم اس مقام سے ہٹ جائیں۔ اور ہجر کی آگ ہمیں بھسم کر دے۔

اب پیشتر اس کے کہ میں ان دوسری غلط فہمیوں کے ازالہ کا ذکر کروں جو خدا تعالیٰ کے متعلق لوگوں میں پھیلی ہوئی تھیں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان سب غلطیوں کے دُور کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ایک اصل پیش کیا ہے جو ان سب غلطیوں کا ازالہ کر دیتا ہے اور وہ اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لیس کمثلہٖ شیئٌ ہے۔ پس اس کے متعلق کوئی بات ہم مخلوق پر قیاس کر کے نہیں کہہ سکتے۔ اس کے متعلق ہم جو کچھ کہہ سکتے ہیں وہ خود اسی کی صفات پر مبنی ہونا چاہیئے۔ ورنہ ہم غلطی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ جو عقیدہ ہم خدا تعالیٰ کی نسبت رکھتے ہیں وہ اس کی دوسری صفات کے جنہیں ہم تسلیم کرتے ہیں مطابق ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو یقیناً ہم غلطی پر ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی صفات متضاد نہیں ہو سکتیں۔

اس اصل کے بتانے سے آپؑ نے ایک طرف تو ان غلطیوں کا ازالہ کر دیا ہے جو مسلمانوں میں پائی جاتی تھیں۔ اور دوسری طرف غیر مذاہب کی غلطیوں کی بھی حقیقت کھول دی ہے۔

میں نے بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق لوگوں میں کئی قسم کی غلطیاں پڑی ہوئی تھیں جن میں سے توحید کے متعلق جو اصلاح حضرت مسیح موعودؑ نے کی ہے اُسے میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ جو دوسری غلطیاں ہیں ان سب کی اصلاح حضرت مسیح موعودؑ نے اُوپر کے بیان کئے ہوئے اصل کے ماتحت کی ہے۔

چنانچہ دُوسری غلطی اللہ تعالیٰ کے متعلق مختلف مذاہب کے پیرووُں میں یہ پیدا ہو رہی تھی کہ وہ اُسے علت العلل قرار دیتے تھے یعنی اس کی قوتِ ارادی کے منکر تھے اس غلطی کا ازالہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ کی صفتِ حکیم اور قدیر سے کیا ہے۔ تمام مذاہب خدا تعالیٰ کے حکیم اور قدیر ہونے کے قائل ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اگر وہ حکیم اور قدیر ہے تو علت العلل نہیں ہو سکتا بلکہ بالارادہ خالق ہے۔ کسی مشین کو کوئی عقلمند کبھی حکیم نہیں کہے گا۔ پس اگر خدا حکیم ہے تو علت العلل نہیں ہو سکتا۔ کوئی درزی یہ نہیں کہے گا کہ میری سِنگر کی مشین بڑی لائق ہے۔ یا بڑی حکیم ہے۔ حکمت والا اس چیز کو کہا جاتا ہے جو ارادہ کے ماتحت کام کرتی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ قادر ہے اور عربی میں قادر کے معنے اندازہ کرنے والے کے ہیں۔ یعنے جو ہر اک چیز کا اندازہ کرتا ہو۔ اور دیکھتا ہو کہ کس چیز کے مناسب حال کیا طاقتیں یا کیا سامان ہے۔ مثلاً یہ فیصلہ کرے کہ گرمی کے لئے کیا قوانین ہوں اور سردی کے لئے کیا۔ کس کس حیوان کی کس کس قدر عمر ہو۔ اور یہ اندازہ کوئی بلا ارادہ ہستی نہیں کر سکتی۔ پس خدا تعالیٰ کی قدیر اور حکیم صفات اس کے ارادہ کو ثابت کر رہی ہیں۔ اور اُسے قدیر اور حکیم مانتے ہوئے علت العلل نہیں کہا جا سکتا۔

(۳) تیسری قسم کے وہ لوگ تھے جو یہ کہتے تھے کہ دُنیا آپ ہی آپ بنی ہے۔ خدا کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ یعنے خدا رُوح اور مادہ کا خالق نہیں ہے۔ اس کا جواب آپ نے خدا کی صفت مالکیت اور رحیمیت سے دیا۔ اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی دو بڑی صفات مالکیت اور رحیمیت ہیں۔ اب اگر خدا نے دنیا کو پیدا نہیں کیا۔ تو پھر اس پر تصرّف جمانے کا بھی اُسے کوئی حق نہیں ہے۔ یہ حق اُسے کہاں سے حاصل ہو گیا۔ پس جب تک خدا تعالیٰ کو دُنیا کا خالق نہ مانوگے دنیا کا مالک بھی نہیں مان سکتے۔

دوسری صفت خدا تعالیٰ کی رحیمیت ہے رحیم کے معنی ہیں وہ ہستی جو انسان کے کام کا بہتر سے بہتر بدلہ دے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر خدا کسی چیز کا خالق نہیں تو وہ بدلے اس کے پاس کہاں سے آئیں گے۔ جو لوگوں کو اپنی اس صفت کے ماتحت دیگا۔ ہمارے ملک میں ایک مثل مشہور ہے کہ "حلوائی کی دوکان پر داداجی کی فاتحہ" کہتے ہیں کسی شخص نے اپنے دادا کی فاتحہ دلانی تھی وہ کچھ خرچ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اور مولوی بغیر امید کے فاتحہ پڑھنے کو تیار نہ تھے۔ آخر اس نے یہ تدبیر کی کہ مولویوں کو لے کر ایک حلوائی کی دوکان پر پہنچا اور اُن سے کہا فاتحہ پڑھو۔ انہوں نے سمجھا کہ اس کے بعد مٹھائی تقسیم ہوگی۔ مگر جب وہ فاتحہ پڑھ چکے تو وہ خاموشی سے وہاں سے چل دیا۔ یہی حالت ان لوگوں کے نزدیک خدا کی ہے۔ اگر خدا کسی چیز کا خالق ہی نہیں ہے تو بدلے کہاں سے آئیں گے۔ اور وہ کہاں سے دے گا۔ خواہ آریہ محدود ہی بدلہ مانیں۔ لیکن بدلہ مانتے تو ہیں۔ اور بدلہ خدا تعالیٰ نہیں دے سکتا ہے جبکہ وہ خالق ہی نہ ہو۔ جو خود کنگال ہو اُس نے بدلہ کیا دینا ہے۔

(۴) چوتھی قسم کے لوگ وہ تھے جو خدا تعالیٰ کی صفتِ رحیمیت کے ہی منکر تھے۔ ان لوگوں کو حضرت مسیح موعودؑ نے خدا تعالیٰ کی صفت رحمانیت اور مالکیت سے جواب دیا۔ مثلاً مسیحیوں کے مذہب کی بنیاد ہی اس امر پر ہے کہ چونکہ عادل ہے اسلئے وہ کسی کا گناہ معاف نہیں کر سکتا۔ پس اسے دنیا کے گناہ معاف کرنے کے لئے ایک کفارہ کی ضرورت پیش آئی۔ تا اس کا رحم بھی قائم رہے اور عدل بھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا بے شک خدا عادل ہے۔ مگر عدل اس کی صفت نہیں۔ عدل صفت اس کی ہوتی ہے جو مالک نہ ہو۔ مالک کی صفت رحم ہوتی ہے۔ ہاں جب مالک کا رحم کام کے برابر ظاہر ہو تو اُسے بھی عدل کہہ سکتے ہیں۔ پس چونکہ خدا تعالیٰ مالک اور رحمٰن بھی ہے اسلئے اُس کا دوسری چیزوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ دیکھو خدا تعالیٰ نے انسان کو کان۔ ناک۔ آنکھیں بغیر اس کے کسی عمل کے دی ہیں۔ کیا کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ یہ اس کے عدل کے خلاف ہے۔ پس اگر خدا بغیر انسان کے کسی استحقاق کے یہ چیزیں اسے دے سکتا ہے۔ تو پھر وہ انسان کے گناہ کیوں معاف نہیں کر سکتا۔ اسی طرح وہ مالک ہے اور بہ حیثیت مالک ہونے کے معاف کرنے سے اس کے عدل پر حرف نہیں آتا۔ ایک جج بے شک عام حالات میں مجرم کا جرم معاف نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اسے فیصلہ کا حق پبلک کی طرف سے ملتا ہے۔ اور دوسروں کے حق معاف کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہوتا۔ لیکن خدا تعالیٰ اگر معاف کرے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ کیونکہ اُسے فیصلہ کا حق دُوسروں کی طرف سے نہیں ملا۔ بلکہ اُسے یہ حق مالکیت اور خالقیت کی وجہ سے اپنی ذات میں حاصل ہے۔ پس اس کا عفو عدل کے خلاف نہیں۔

(۵) پانچویں قسم کے وہ لوگ تھے جو خدا کی صفتِ خالقیت کو ایک زمانہ تک محدود کرتے تھے۔ ان کو آپ نے خدا تعالیٰ کی صفت قیوم سے جواب دیا۔ فرمایا خدا تعالیٰ کی صفات چاہتی ہیں کہ ان میں تعطل نہ ہو۔ بلکہ وہ ہمیشہ جاری رہیں۔ قیوم کے معنے ہیں قائم رکھنے والا۔ اور یہ صفت تمام صفات پر حاوی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اس بات پر خاص زور دیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات میں تعطل نہیں ہو سکتا۔ آپ نے جو اصل پیش کیا اور جو تصویری بیان کی ہے وہ باقی دنیا سے مختلف ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے فلاں وقت سے دُنیا کو پیدا کیا۔ گویا اس سے قبل خدا بے کار تھا۔ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ دنیا ہمیشہ سے چلی آ رہی ہے۔ گویا وہ خدا تعالیٰ کی طرح ازلی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ یہ ماننا بھی کہ کسی وقت خدا کی صفات میں تعطل تھا۔ خدا تعالیٰ کی صفت قیوم کے خلاف ہے۔ اسی طرح یہ کہنا بھی کہ جب سے خدا تعالیٰ ہے تبھی سے دُنیا چلی آتی ہے۔ خدا کی صفات کے خلاف ہے۔ شاید بعض لوگ کہیں کہ دونوں باتیں کس طرح غلط ہو سکتی ہیں۔ دونوں میں سے ایک نہ ایک تو صحیح ہونی چاہیئے۔ لیکن یہ ان کا خیال مادیات پر قیاس کرنے کے سبب سے ہوگا۔ اصل میں بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو عقل انسانی سے بالا ہوتی ہیں۔ اور عقل ان کی کنہ کو نہیں پہنچ سکتی۔ دنیا کا پیدا ہونا چونکہ انسانوں۔ جمادات بلکہ ذرات کی پیدائش سے بھی پہلے کا واقعہ ہے۔ اسلئے انسانی عقل اس کو نہیں سمجھ سکتی۔ جو دو عقیدے لوگوں کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں ان پر غور کر کے دیکھ لو کہ دونوں بالبداہت غلط نظر آتے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ جب سے خدا ہے اسی وقت سے دُنیا کا سلسلہ ہے تو پھر اسے دنیا کو بھی خدا تعالیٰ کی طرح ازلی ماننا پڑے گا۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ پیدائش کا سلسلہ کروڑوں یا اربوں سالوں میں محدود ہے۔ تو پھر اُسے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ ازلی سے نکما تھا۔ صرف چند کروڑ یا چند ارب سال سے وہ خالق بنا اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ پس یہی صحیح ہے کہ اس امر کی پوری حقیقت کو انسان پوری طرح سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اور سچائی ان دونوں عقیدوں کے درمیان درمیان ہے۔ یہ مسئلہ بھی اسی طرح محیر العقول ہے جس طرح کہ زمانہ اور جگہ کا مسئلہ ہے کہ ان دونوں چیزوں کو محدود یا غیر محدود ماننا دونوں ہی عقل کے خلاف نظر آتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اس بحث کا یوں فیصلہ فرمایا ہے کہ نہ خدا تعالیٰ کی صفت خالقیت کبھی معطل ہوئی اور نہ دنیا خدا کے ساتھ ہی آ رہی ہے۔ اور صداقت ان دونوں امور کے درمیان ہے۔ اور اس کی تشریح آپ نے یہ فرمائی ہے کہ مخلوق کو قدامت نوعی حاصل ہے۔

گو قدامتِ ذاتی کسی شئی کو حاصل نہیں۔ کوئی ذرہ کوئی رُوح ۔ کوئی چیز ماسوی اللہ ایسی نہیں کہ جسے قدامت ذاتی حاصل ہو۔ لیکن یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ سے اپنی صفت خلق کو ظاہر کرتا چلا آیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قدامتِ نوعی کا بھی وہ مفہوم نہیں لیا جو دوسرے لوگ لیتے ہیں۔ جو یہ ہے کہ جب سے خدا ہے تب سے مخلوق ہے۔ یہ ایک بیہودہ عقیدہ ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے قائل نہیں۔ یہ کہنا کہ جب سے خدا ہے تب سے مخلوق ہے اس کے دو معنے ہوسکتے ہیں۔ جو دونوں باطل ہیں۔ ایک تو یہ کہ خدا بھی ایک عرصہ سے ہے، اور مخلوق بھی۔ کیونکہ جب کا لفظ وقت کی طرف خواہ وہ کتنا ہی لمبا ہو اشارہ کرتا ہے اور ایسا عقیدہ بالکل باطل ہے۔ دوسرے معنے اس جملہ کے یہ بنتے ہیں۔ کہ مخلوق انہی معنوں میں ازلی ہے کہ جن معنوں میں خدا تعالیٰ ہے۔ اور یہ معنے بھی اسلام کی تعلیم کے خلاف ہیں اور عقل کے بھی۔ خالق اور مخلوق ایک ہی معنوں میں ازلی نہیں ہوسکتے۔ ضروری ہے کہ خالق کو تقدم حاصل ہو اور مخلوق کو تاخر۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کبھی نہیں لکھا کہ مخلوق بھی ازلی ہے۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ مخلوق کو قدامتِ نوعی حاصل ہے۔ اور قدامت اور ازلیت میں فرق ہے۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک مخلوق کو قدامتِ نوعی تو حاصل ہے مگر ازلیت نہیں خالق مخلوق پر بہر حال مقدم ہے۔ اور دَور وحدت دَور خلق سے پہلے ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خالق اور مخلوق کے اس تعلق کو سمجھنا کہ خالق کو ازلیت بھی اور دَورِ وحدت کو تقدم بھی حاصل ہو اور مخلوق کو قدامت نوعی بھی حاصل ہو، انسانی عقل کے لئے مشکل ہے۔ لیکن صفاتِ الٰہیہ پر غور کرنے سے یہی ایک عقیدہ ہے جو شانِ الٰہی کے مطابق نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے عقائد یا تو شرک پیدا کرتے ہیں یا خدا تعالیٰ کی صفات پر ناقابلِ قبول حدبندیاں لگاتے ہیں۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے متعلق وہی عقیدہ درست ہوسکتا ہے جو اس کی دوسری صفات کے مطابق ہو۔ جو اُن کے خلاف ہے، وہ عقیدہ قابلِ قبول نہیں۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ لیس کمثلہٖ شیئ ہے۔ اس کے افعال کی کنہ کو اس طرح سمجھنے کی کوشش کرنا جس طرح کہ انسان کے افعال کو سمجھا جاتا ہے عقل سے بعید ہے۔ پس جبکہ خالقِ عالم کا مسئلہ ایسے امور سے تعلق رکھتا ہے جن کو انسانی عقل پورے طور پر سمجھ نہیں سکتی تو بہترین طریق اور صحیح طریق یہی ہوگا کہ اسے مادی قواعد سے حل کرنے کی بجائے صفاتِ الٰہیہ سے حل کیا جائے تاکہ غلطی کے امکان سے حفاظت حاصل ہو جائے اور یہی طریق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اختیار کیا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ وقت کا غلط مفہوم جو اس وقت تک دنیا میں قائم ہے وہ بھی اس مسئلہ کے سمجھنے میں روک ہے۔ اور کچھ بھی تعجب نہیں کہ آئنسٹائن کی تھیوری (فلسفہ نسبت) ترقی پاتے پاتے اس مسئلہ کو زیادہ قابلِ فہم بنا دے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو یہ تحریر فرماتے ہیں کہ دَورِ وحدت مقدم ہے یہ اوپر کے بیان کے مخالف نہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود آئندہ کے لئے بھی دورِ وحدت کی خبر دیتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے آپ ارواح کے لئے غیر مجذوذ انعام تسلیم فرماتے ہیں۔ اور آریوں کے اس عقیدہ کو رد کرتے ہیں کہ اربوں سال کے بعد ارواح پھر مکتی خانہ سے نکال دی جائیں گی۔ پس معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک آئندہ کسی اور وحدت کا آنا اور اس کے ساتھ ارواح کا فنا سے محفوظ رہنا دورِ وحدت کے خلاف نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دَورِ وحدت کا اصل مفہوم لوگوں نے نہیں سمجھا۔ مرنے کے بعد کی حالت دورِ وحدت ہی ہے۔ کیونکہ اس وقت اپنا عمل نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان خدا کے تصرف کے ماتحت چلتا ہے۔ اس کا اپنا کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔ مرنے کے بعد انسان مشین کی طرح ہوتا ہے۔ دارالعمل (یعنی بالارادہ عمل) اس دنیا میں ختم ہوجاتا ہے۔ اور یہی حالت مخلوق کی نسبت سے دورِ وحدت کی مناقی ہے۔

(٦) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق ایک اور بحث بھی پیدا ہو رہی تھی۔ اور وہ یہ کہ اس کی قدرت کے مفہوم کو غلط سمجھا جا رہا تھا۔ بعض لوگ یہ کہہ رہے تھے، کہ خدا قادر ہے اسلئے وہ جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔ یا فنا بھی ہوسکتا ہے۔ بعض کہتے کہ نہیں اس کی صفات اسی قدر ہیں جو اُس نے بیان کی ہیں اور وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جھگڑہ کا بھی فیصلہ کر دیا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے قدیر ہونے کی صفت کو اس کی دُوسری صفات کے مقابلہ پر رکھو۔ اور پھر اس کے متعلق غور کرو جہاں یہ نظر آتا ہے کہ خدا قدیر ہے وہاں یہ بھی تو ہے کہ خدا کامل ہے۔ اور فنا کمال کے خلاف ہے۔ دیکھو اگر کوئی کہے کہ میں بڑا پہلوان ہوں بڑا طاقتور ہوں تو کیا اُسے کہا جائیگا کہ تمہاری طاقت ہم تب تسلیم کریں گے جب تم زہر کھا کر مر جاؤ۔ یہ اس کی طاقت کی علامت نہیں بلکہ الٹ ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے کامل ہونے کے یہ معنے نہیں کہ اس میں نقائص اور کمزوریاں بھی ہوں۔ دراصل ان لوگوں نے قدرت کے معنے نہیں سمجھے کیا اگر کوئی کہے کہ میں بہت طاقتور ہوں تو اُسے کہا جائیگا کہ اگر طاقتور ہو تو نجاست کھالو۔ یہ طاقت کی علامت نہیں بلکہ یہ تو کمزوری ہے۔ اور کمزوری خدا تعالیٰ میں پیدا نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ وہ کامل ہستی ہے۔

(٧) ایک ساتواں گروہ تھا جس کا یہ عقیدہ تھا کہ خدا قضاء وقدر جاری کرنے کے بعد خالی ہاتھ ہو بیٹھا ہے اس لئے کسی کی دعا نہیں سُن سکتا۔ ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا۔ بے شک خدا تعالیٰ نے قضا و قدر جاری کی ہے۔ مگر ان میں سے ایک قضا یہ بھی ہے کہ جب بندے دُعائیں مانگیں تو اُن کی دُعا سنوں گا۔ یہ کتنا چھوٹا لیکن کیسا تسلّی بخش جواب ہے۔ فرماتے ہیں بے شک خدا نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر بندہ بد پرہیزی کرے تو بیمار ہو۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ اگر وہ گڑگڑا کر دُعا مانگے تو اچھا بھی کر دیا جائے پس باوجود قضا وقدر جاری ہونے کے خدا کا عملِ تصرف بھی جاری ہے۔

اس جواب کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عملی طور پر بھی دُعا کی قبولیت کے ثبوت پیش فرمائے۔

(٨) خدا تعالیٰ کی صفات کے اجراء کے متعلق بھی اختلاف پیدا ہوگیا تھا۔ آپؑ نے اسے بھی دُور کیا اور بتایا کہ خدا تعالیٰ کی ہر ایک صفت کا ایک دائرہ ہے۔ ایک ہی وقت میں وہ رحیم ہے اور اسی وقت میں شدید العقاب بھی ہے۔ ایک شخص جسے پھانسی کی سزا ملی چونکہ وہ مجرم ہے اسلئے اُسے خدا تعالیٰ کی صفت شدید العقاب کے ماتحت سزا ملی۔ مگر جہاں اس کی جان نکل رہی تھی وہاں ایسی تائیدیں جو موت سے تعلق نہیں رکھتیں وہ بھی اس کے لئے جاری تھیں۔ انسانوں کی یہ حالت نہیں ہوسکتی۔ کہ ایک ہی وقت میں ان کی ساری صفات ظاہر ہوں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک انسان رحم بھی کر رہا ہو اور اسی وقت ویسے ہی زور سے عذاب کا اظہار بھی کر رہا ہو۔ مگر خدا تعالیٰ چونکہ کامل ہے اسلئے ایک ہی وقت اس کی ساری صفات یکساں زور سے ظاہر ہوسکتی ہیں اگر ایسا نہ ہو تو دُنیا تباہ ہو جائے۔ اگر خدا کا غضب نازل ہو رہا ہو اور ساتھ رحم نہ ہو تو دنیا تباہ ہو جائے۔ اسی طرح اگر خدا تعالیٰ کا صرف رحم جاری ہو۔ اور غضب بند ہو جائے تو مجرم چھوٹ جائیں اور اس طرح بھی تباہی برپا ہو جائے۔ پس خدا تعالیٰ کی ساری صفات ایک ہی وقت میں اپنے دائرہ کے اندر کام کر رہی ہوتی ہیں۔

(٩) نواں غلط عقیدہ خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق یہ پھیل رہا تھا کہ کچھ لوگ خیال کر رہے تھے کہ سب کچھ خدا ہی خدا ہے۔ آپ کے بتائے ہوئے اصل سے اس عقیدہ کا بھی ردّ ہوگیا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی ایک صفت مالکیّت بھی ہے۔ اور جب تک اور مخلوق نہ ہو، خدا مالک نہیں ہوسکتا۔ اس عقیدہ کے خلاف کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو یہ کہتے تھے کہ خدا عرش پر بیٹھا ہُوا ہے۔ ان کا ردّ بھی اس اصل سے ہو گیا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی دوسری صفات بتا رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ محدود نہیں۔ عرش کے متعلق آپ نے فرمایا کہ عرش، کرسی وغیرہ کے الفاظ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ مادی اشیاء ہیں۔ اور عرش کوئی سونے یا چاندی سے بنا ہُوا تخت نہیں ہے جس پر خدا بیٹھا ہُوا ہے۔ بلکہ اس کے معنے خدا تعالیٰ کی حکومت کی صفات ہیں۔ اور ان کے ظہور کے متعلق کہا جاتا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ تخت پر بیٹھا ہے۔

(١٠) ان سب باتوں کے علاوہ ایک اہم کام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق کیا، یہ تھا کہ آپؑ نے لوگوں کی توجہ خدا تعالیٰ کی طرف پھیری۔ اور ان میں خدا تعالیٰ کی سچی محبت پیدا کر دی۔ لاکھوں انسانوں کو آپؑ نے خدا تعالیٰ کا مقرب بنایا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ابھی تک آپؑ کو نہیں مانا ان کی بھی توجہ خدا تعالیٰ کی طرف اس رنگ میں ہو رہی ہے جو آپؑ کے دعویٰ سے پہلے نہ تھی ؎

دَورہ انسپکٹر تحریک جدید

مکرم قریشی محمد شفیع صاحب عابد انسپکٹر تحریک جدید اڑیسہ۔ بنگال۔ بہار اور یو۔پی کی جماعتوں میں چندہ تحریک جدید کی وصُولی اور حصول وعدہ جات کی غرض سے مورخہ ۲۵ کو قادیان سے روانہ ہوئے ہیں۔ انسپکٹر صاحب موصوف اڑیسہ کی جماعتوں سے اپنا دَورہ شروع کریں گے اور اپنے پروگرام سے جماعتوں کو خود اطلاع دیں گے۔ تمام عہدیداران و مبلغین سے درخواست ہے کہ وہ انسپکٹر صاحب موصوف کے دَورہ کو کامیاب بنانے کے لئے پورا پورا تعاون کریں۔

وکیل المال تحریک جدید قادیان

خطبہ جمعہ

اِنسان کے اندر اجرِ عظیم یعنی لامتناہی ترقیات کی خواہش ودیعت کی گئی ہے

اِس خواہش کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ربّ سے حقیقی اور زندہ تعلق قائم کرے

کیونکہ

اجرِ عظیم اللہ تعالےٰ کے سوا جس کی قدرتوں کی کوئی حد بست نہیں اور کہیں سے حاصل نہیں ہو سکتا

از سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۲۳ رصلح ۱۳۴۹ ہش مطابق ۲۳ جنوری ۱۹۷۰ء بمقام مسجد مُبارک ربوہ

تشہد وتعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے یہ آیات تلاوت فرمائیں:-

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ.

(التوبہ آیت ۲۰ تا ۲۲)

اس کے بعد فرمایا:-

گزشتہ چند روز میری طبیعت خراب رہی ہے۔

اچانک دورانِ سر کا حملہ

ہوا اور وہ اتنا شدید تھا کہ احساس یہ تھا کہ یہ دُنیا اس شدّت اور تیزی کے ساتھ چکّر کاٹ رہا ہے کہ جیسے میرے وجود کو باہر پھینکنا چاہتی ہے۔ اور اس کی وجہ سے کافی تکلیف اٹھانی پڑی۔

اللہ تعالےٰ نے فضل کیا۔ یہ تکلیف تو چند دن میں دُور ہو گئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اور پھر اس کے بعد تک خون کے دباؤ میں قرار اور ٹھہراؤ نہ رہا۔ یکدم ۱۲۰ سے ۱۴۵ تک چلا جاتا۔ اور پھر یکدم گر کر ۱۱۰ - ۱۱۵ تک آجاتا۔ میرے خون کے معمول کا دباؤ ۱۲۰-۸۰ ہے۔ اس اتار چڑھاؤ کی وجہ سے طبیعت میں بڑی بے چینی پیدا ہوتی ہے۔ اور ضعف دماغ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دماغ کو باقاعدگی سے ایک جیسا خون نہیں ملتا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت حد تک آرام ہے۔ ضعف کچھ باقی ہے۔ اللہ تعالےٰ فضل کرے۔ آپ دوست دعا کریں یہ تکلیف بھی جاتی رہے۔

بیماری میں ایک اور تکلیف شروع ہو جاتی ہے اور وہ یہ احساس ہوتا ہے کہ کام پیچھے پڑ رہے ہیں۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ اگر کام نہ کروں تو چوبیس گھنٹے کے بعد بے چینی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ بہرحال کام تو اتنا ہی ہو سکتا ہے جتنے کی اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے مجھے بھی اور آپ کو بھی زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی توفیق بخشے۔ تاکہ ہم سب اس کی رضا کو زیادہ سے زیادہ حاصل کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی خواہش انسان کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے۔ انسان کا نفس کسی ایک جگہ ٹھہرنا پسند نہیں کرتا۔ بلکہ ہر ترقی کے بعد مزید ترقیات حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اور ہر بلندی کے حصول کے بعد مزید رفعتوں تک پہنچنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ یہ خواہش اگر صحیح راستے پر گامزن رہے تو اس سے بہتر اور کوئی خواہش نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر یہ خواہش صراطِ مستقیم سے بھٹک جائے تو پھر اس سے بدتر اور گندی خواہش اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

آپ دیکھتے ہیں کہ اس دُنیا میں بہت سے لوگوں کے دل میں جب اقتدار کی ہوس پیدا ہوتی ہے تو وہ اپنے ماحول میں ہر طریقے سے ظلم کی سب راہوں کو اختیار کر کے اپنا اقتدار اور تسلط جمانا چاہتے ہیں۔ جب انہیں کچھ اقتدار حاصل ہو جاتا ہے تو انہیں

مزید اقتدار کی ہوس

پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح ظلم میں زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ اس طرح دُنیا دار لوگوں کے دلوں میں جب دولت کی خواہش پیدا ہوتی ہے تو ان کی یہ بھٹکی ہوئی خواہش ہر بُری اور ناپاک راہ کو تلاش کرتی ہے۔ اور ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ سے دُور سے دُور تر لے جاتی ہے۔ یہ سب گندگی کے دروازے ہیں جنہیں ہم رشوت کا دروازہ، چوری کا دروازہ، دھوکہ بازی کا دروازہ، جعل سازی کا دروازہ، اور احتکار (مال کو ناجائز طور پر روک کے رکھنے) وغیرہ وغیرہ کا دروازہ کہتے ہیں۔ یہ سب دروازے اسی گندی خواہش کے نتیجہ میں کھلتے ہیں۔

غیر متناہی ترقیات کی خواہش ایک بڑی پاک چیز تھی لیکن جب شیطان (نفس) کو ورغلاتا اور اُسے صراطِ مستقیم سے دُور لے جاتا ہے۔ تو وہی عظیم خواہش جو انسان کی عظمت کے لئے اُسے دی گئی تھی۔ وہ اس کی ذلت اور رسوائی کا سبب بن جاتی ہے۔ بہرحال انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ خواہش پیدا کی ہے کہ وہ ان رفعتوں کے حصول میں جو اس نے اپنے بندے کے لئے پیدا کی ہیں کسی جگہ پر بھی پہنچ کے مطمئن نہ ہو جائے۔ بلکہ چونکہ

قرب کے غیر متناہی راستے

اس کے راستے کھلے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ ایک رفعت کے حصول کے بعد اس سے بلند تر مقام پر پہنچنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے بعض جلووں کے مشاہدہ کے بعد اس کی محبت کے اور بھی روشن تر اور حسین جلوے دیکھنے کی اپنے اندر خواہش پیدا کرے۔ اور ترقیات کے ان غیر متناہی راستوں پر چلتے ہوئے وہ اپنے ربّ کے قرب کو زیادہ سے زیادہ پائے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرے۔

یہ خواہش جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں پیدا کی ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس طرف متوجہ کیا ہے۔ کہ اگر تم اپنے نفس کا محاسبہ کرو تو تم میں سے ہر ایک شخص یہ جان لے گا کہ اُسے اللہ تعالیٰ نے یہ خواہش عطا کی ہے کہ وہ اس کی زیادہ سے زیادہ رضا کو حاصل کر سکے۔

پس سوال پیدا ہو گا کہ اللہ کی رضا کو اور حقیقی مسرتوں کو اور خوشیوں کو اور کامیابیوں کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کا طریق کیا ہے اور وہ کونسی ہستی ہے جو ہمیں زیادہ سے زیادہ عطا دے سکتی ہے۔ چنانچہ ان آیات میں جو مَیں نے ابھی تلاوت کی ہیں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ

یعنی تمہارا اس خواہش کی تکمیل اس ہستی سے وابستہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہاری قوتوں اور ضرورتوں کا علم رکھتا ہے۔ اور وہ ہر قسم کی قوت اور قدرت اور تصرف کا مالک ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کے آگے انہونی ہو یا جو اس کی قدرت میں نہ ہو۔ یا جو اس کے تصرف سے باہر ہو۔ وہ اللہ ہے۔ تمام صفاتِ حسنہ سے متصف اور ہر قسم کی کمزوری اور ضعف سے پاک اور مطہر۔ پس تمہاری اس خواہش کی تکمیل کہ تم ترقیات میں، تم رفعتوں کے حصول میں، تم حقیقی عزتوں کے پانے میں آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاؤ، سوائے اللہ کے اور کہیں سے نہیں ہو سکتی۔ وہی ہے جو اس خواہش کی تکمیل کر سکتا ہے۔ وہی ہے جس کے قرب کی راہیں جس کے

وصال کی منازل غیر متناہی ہیں

ہر منزل کے بعد ایک دوسری منزل۔ ہر قرب کے بعد ایک ارفع۔ زیادہ حسین۔ زیادہ لذت اور سرور والا قرب کہ جس کی کیفیت ہماری زبان بیان نہیں کر سکتی۔ لیکن بہرحال ہم نے اپنی زبان ہی میں بیان کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ تم اس کی توفیق سے یہ ساری چیزیں حاصل کر سکتے ہو۔

پس وہ جو خود محدود ہے۔ وہ تمہاری اس غیر محدود خواہش کی تکمیل کیسے کر سکتا ہے۔ خود تمہاری عقل اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتی۔ کیونکہ یہ دُنیا ایک لامحدود دنیا ہے۔ دنیا کے اموال محدود، دنیا کی عزتیں محدود۔ دنیا کے اقتدار محدُود، غرض محدود اشیاء ایک غیر محدود خواہش کی تکمیل کر ہی نہیں سکتیں۔ بڑی غیر معقول بات ہوگی اگر ہم یہ کہیں کہ ایک محدود غیر محدود کی تکمیل کا اہل ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے اندر غیر محدود اور لامتناہی ترقیات کی خواہش پیدا کی گئی ہے۔ اگر تم اپنی اس فطری خواہش کو پُورا کرنا چاہتے ہو تو تمہیں اس پاک ذات سے تعلق قائم کرنا پڑے گا جو ہر لحاظ سے اور ہر جہت سے غیر محدود ہے۔ اس کی حد بست نہیں کی جا سکتی اور وہ اللہ ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ

وہ اجر جس سے بڑھ کر کوئی اجر متصوّر نہیں ہو سکتا۔ (یہ عظیم کے معنے ہیں) جس کی عظمت اتنی بڑی ہے کہ کوئی اس کے مقابلہ پر نہیں آسکتا۔ وہ بڑا وہ کامیابی، کامیابی کی وہ لذتیں اور سرور کہ جن سے بڑھ کر اور کسی چیز کا امکان نہیں جو ہماری عقلوں میں بھی نہیں آسکتے۔ وہ اجر عظیم سوائے اللہ تعالیٰ کے جس کی

قدرتوں کی حد بست نہیں کی جا سکتی

اور کہیں سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

پس اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے کہ جس سے ہم غیر متناہی رفعتوں کو حاصل کر سکتے ہیں جو اگر ہم پر رحم کرے، اپنی رضا کی نگاہ ہم پر ڈالے، اپنی رضا کی جنتوں میں داخل ہونے کی ہمیں توفیق دے تو پھر ہمیں اجر عظیم مل سکتا ہے۔

پس اگر انسان نے اجر عظیم پانے کی جو خواہش اس کے اندر ودیعت کی گئی ہے اس خواہش کی تکمیل کرنی ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے رب یعنی اللہ سے ایک

حقیقی اور زندہ تعلق

قائم کرے۔

اپنے رب سے یہ زندہ تعلق کیسے قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس کا ذکر بھی ان آیات میں کیا گیا ہے۔ لیکن اس وقت میں اس مختصر خطاب پر خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی اور توفیق دی تو انشاء اللہ اگلے جمعہ میں اس مضمون کے دوسرے پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالوں گا۔

خطبہ جمعہ

جماعت کا مالی سال ختم ہونیوالا ہے اسلئے جماعتیں اس طرف پوری اور فوری توجہ دیں

ہمیں ہر آن چوکس اور بیدار رہ کر اپنے وعدوں کو پورا کرنا اور بجٹ کے مطابق مالی جہاد میں حصّہ لینا چاہیئے

دیگر قربانیوں کے ساتھ ساتھ ہم پر یہ بھی لازم ہے کہ ہم اپنے اموال کو بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں پیش کریں

از حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۷ر تبلیغ ۱۳۴۹ ہش (۲۷ر فروری ۱۹۷۰ء) بمقام مسجد مبارک ربوہ

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

گو پہلے سے تو افاقہ ہے لیکن ابھی تک میری طبیعت خراب چلی جا رہی ہے۔ ضعف کی شکایت دُور نہیں ہو چکی۔ دوست دعا کریں اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے اور کامل صحت عطا کرے تا پُوری توجہ سے کام کئے جا سکیں۔

اس وقت میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ

جماعت کا مالی سال

ختم ہونے والا ہے۔ چند مہینے باقی رہ گئے ہیں۔ اس لئے جماعتیں اس طرف پوری اور فوری توجہ دیں اور آمد و خرچ کا جو بجٹ سال رواں کے لئے جماعت کے مشورہ سے شوریٰ میں پاس ہوا تھا۔ اس کے مطابق آمد ہو تا کہ اسی کے مطابق پھر خرچ بھی کیا جا سکے۔

ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی اس کی راہ میں اموال خرچ کرنے کی توفیق پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مالی جہاد میں جو ہم حصّہ لیتے ہیں تو اس میں کوئی نفسانی غرض شامل نہیں ہے۔ صرف اس لئے ہم اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے اموال کا ایک حصّہ کاٹ کر رکھتے ہیں تا

اُس کی توحید دُنیا میں قائم ہو

تا حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت دلوں میں گڑ جائے۔ اور اپنے محسنِ اعظم کو یہ دُنیا پہچاننے لگے۔ اور یہ فریضہ آج صرف جماعت احمدیہ کے سپرد کیا گیا ہے۔ جیسا کہ آج کی دُنیا اس پر شاہد ہے۔

پس اس عظیم ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے اور اس لئے کہ تا ہم اس کے بدلہ میں ان عظیم الشان بشارتوں کے بھی وارث بنیں جو بشارتیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ذریعہ ہمیں دی گئی ہیں۔ ہمیں ہر آن چوکس اور بیدار رہ کر باقاعدگی کے ساتھ اپنے وعدوں کو پُورا کرنا چاہیئے اور اپنے بجٹ کے مطابق مالی جہاد کے نتائج نکالنے چاہئیں۔ جہاں ہم اپنے اوقات کو اور اپنی عزتوں کو اور اپنے دماغوں کو اور اپنے آراموں کو اور اپنی اولادوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہیں وہاں

ہم پر یہ بھی لازم ہے

کہ اپنے اموال کو بھی اس کی راہ میں پیش کریں۔

خدا کرے کہ ہماری یہ پیشکش اس کے حضور قبول ہو اور اس کی مقررہ جزا کے ہم وارث ٹھہریں اور اس کے پیار کو ہم پائیں۔

نجات یافتہ کون ہے؟

"وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا سچ ہے اور محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسُول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے۔ مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اُس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا۔ اور آخر کار اس کی رُوحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعودؑ کو دُنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا۔ کیونکہ ضرور تھا کہ یہ دنیا ختم نہ ہو جب تک محمدی سلسلہ کے لئے ایک مسیح رُوحانی رنگ کا نہ دیا جاتا۔ جیسا کہ موسوی سلسلہ کے لئے دیا گیا تھا۔ اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ موسیٰ نے وہ متاع پائی جس کو قرون اُولیٰ کھو چکے تھے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ متاع پائی جس کو موسیٰ کا سلسلہ کھو چکا تھا۔ اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائم مقام ہے مگر شان میں ہزار درجہ بڑھ کر۔ مثیلِ موسیٰ موسیٰ سے بڑھ کر؛ اور مثیلِ ابن مریم ابن مریم سے بڑھ کر۔"

(کشتی نوح صـ۲۳ و صـ۲۴)

تبرکات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشفقانہ سلوک دوستوں اور دشمنوں سے

رشحاتِ قلم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ

دوستوں سے سلوک

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالےٰ نے ایسا دل عطا کیا تھا جو محبت اور وفاداری کے جذبات سے معمور تھا۔ آپؑ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے کسی محبت کی عمارت کو کھڑا کرکے پھر اس کے گرانے میں کبھی پہل نہیں کی۔ ایک صاحب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ کے بچپن کے دوست اور ہم مجلس تھے۔ مگر آپؑ کے دعویٰ مسیحیت پر آکر انہیں ٹھوکر لگ گئی۔ اور انہوں نے نہ صرف دوستی کے رشتہ کو توڑ دیا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشد ترین مخالفوں میں سے ہوگئے۔ اور آپؑ کے خلاف کفر کا فتوےٰ لگانے میں سب سے پہل کی۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں آخر وقت تک ان کی دوستی کی یاد زندہ رہی۔ اور گو آپؑ نے خدا کی خاطر ان سے قطع تعلق کر لیا۔ اور ان کی فتنہ انگیزیوں کے ازالہ کے لئے ان کے اعتراضوں کے جواب میں زور دار مضامین بھی لکھے۔ مگر ان کی دوستی کے زمانہ کو آپ کبھی نہیں بھولے۔ اور ان کے ساتھ قطع تعلق ہو جانے کو ہمیشہ تلخی کے ساتھ یاد رکھا۔ چنانچہ اپنے آخری زمانہ کے اشعار میں مولوی محمد حسین صاحب کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں ؎

قطعتَ وِداداً قد غرسناہ فی الصبا
ولیس فؤادی فی الوداد یُقصِّرُ

"یعنی تُو نے تو اس محبت کے درخت کو کاٹ دیا جو ہم دونوں نے مل کر بچپن میں لگایا تھا۔ مگر میرا دل محبت کے معاملہ میں کوتاہی کرنے والا نہیں ہے۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم شائع شدہ ۱۹۰۸ء)

جب کوئی دوست کچھ عرصہ کی جدائی کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملتا تو اسے دیکھ کر آپ کا چہرہ یوں شگفتہ ہو جاتا تھا۔ جیسے کہ ایک بند کلی اچانک پھول کی صورت میں کھل جاوے۔ اور دوستوں کے رخصت ہونے پر آپ کے دل کو ازحد صدمہ پہنچتا تھا۔ ایک دفعہ جب آپؑ نے اپنے بڑے فرزند اور ہمارے بڑے بھائی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (موجودہ امام جماعت احمدیہ) کے قرآن شریف ختم کرنے پر آمین لکھی اور اس تقریب پر بعض بیرونی دوستوں کو بھی بلا کر اپنی خوشی میں شریک فرمایا تو اس وقت آپؑ نے اس آمین میں اپنے دوستوں کے آنے کا بھی ذکر کیا۔ اور پھر ان کے واپس جانے کا خیال کرکے اپنے غم کا بھی اظہار فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

مہمان جو کرکے اُلفت آئے بصد محبت
دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت

پر دل کو پہنچے غم جب یاد آئے وقتِ رخصت
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یرانی

دنیا بھی اک سرا ہے بچھڑے گا جو ملا ہے
گر سو برس رہا ہے آخر کو پھر جدا ہے

شکوہ کی کچھ نہیں جا یہ گھر ہی بے بقا ہے
یہ روز کر مبارک سُبحان مَن یرانی

(دُرِّ ثمین اُردو)

اوائل میں آپؑ کا قاعدہ تھا کہ آپؑ اپنے دوستوں اور مہمانوں کے ساتھ مل کر مکان کے مردانہ حصہ میں کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ مجلس اس بے تکلفی کی ہوتی تھی اور ہر قسم کے موضوع پر ایسے غیر رسمی رنگ میں گفتگو کا سلسلہ رہتا تھا کہ گویا ظاہری کھانے کے ساتھ علمی اور روحانی کھانے کا بھی دسترخوان بچھ جاتا تھا۔ ان موقعوں پر آپ ہر مہمان کا خود ذاتی طور پر خیال رکھتے۔ اور اس بات کی نگرانی فرماتے کہ ہر شخص کے سامنے دسترخوان کی ہر چیز پہونچ جائے۔ عموماً ہر مہمان کے متعلق خود دریافت فرماتے تھے۔ کہ اسے کسی خاص چیز مثلاً دودھ یا چائے یا پان وغیرہ کی عادت تو نہیں۔ اور پھر حتی الوسع ہر ایک کے لئے اس کی عادت کے مطابق چیز مہیا فرماتے۔ جب کوئی خاص دوست قادیان سے واپس جانے لگتا تو آپؑ عموماً اس کی مشایعت کے لئے ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو میل تک اس کے ساتھ جاتے۔ اور بڑی محبت اور عزت کے ساتھ رخصت کرکے واپس آتے تھے۔

آپ کو یہ بھی خواہش رہتی تھی کہ جو دوست قادیان میں آئیں وہ حتی الوسع آپ کے پاس آپ کے مکان کے ایک حصہ میں ہی قیام کریں اور فرمایا کرتے تھے کہ زندگی کا اعتبار نہیں جتنا عرصہ پاس رہنے کا موقعہ مل سکے غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ اس طرح آپ کے مکان کا ہر حصہ گویا ایک مستقل مہمان خانہ بن گیا تھا۔ اور کمرہ کمرہ مہمانوں میں بٹا رہتا تھا۔ مگر جگہ کی تنگی کے باوجود آپ اس طرح دوستوں کے ساتھ مل کر رہنے میں انتہائی راحت پاتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ معززین جو آج کل بڑے بڑے وسیع مکانوں اور کوٹھیوں میں رہ کر بھی تنگی محسوس کرتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک ایک کمرہ میں سمٹے ہوئے رہتے تھے۔ اور اسی میں خوشی پاتے تھے۔

قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد صاحب کے زمانہ کا ایک پھلدار باغ ہے۔ جس میں مختلف قسم کے ثمردار درخت ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق تھا کہ جب پھل کا موسم آتا تو اپنے دوستوں اور مہمانوں کو ساتھ لے کر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور موسم کا پھل تڑوا کر سب دوستوں کے ساتھ مل کر نہایت بے تکلفی سے نوش فرماتے۔ اس وقت یوں نظر آتا تھا کہ گویا ایک مشفق باپ کے اردگرد اس کی معصوم اولاد گھیرا ڈالے بیٹھی ہے۔ مگر ان مجلسوں میں بھی کوئی لغو بات نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ ہمیشہ نہایت پاکیزہ اور اکثر اوقات دینی گفتگو ہوا کرتی تھی۔ اور بے تکلفی اور محبت کے ماحول میں علم و معرفت کا چشمہ جاری رہتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تعلقات دوستی کے تعلق میں ایک اور بات بھی قابلِ ذکر ہے۔ اور وہ یہ تھی کہ آپ کی دوستی کی بنیاد اس اصول پر تھی کہ الحُبُّ فی اللّٰہ والبغض فی اللّٰہ۔ یعنی دوستی اور دشمنی دونوں خدا کے لئے ہونی چاہئیں نہ کہ اپنے نفس کے لئے۔ اسی لئے آپ کی دوستی میں امیر و غریب کا کوئی امتیاز نہیں تھا۔ اور آپ کی محبت کے وسیع دریا سے بڑے اور چھوٹے ایک سا حصہ پاتے تھے۔

دشمنوں سے سلوک

قرآن شریف فرماتا ہے لا یجرمنّکم شنآن قومٍ علیٰ ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ یعنی اے مسلمانو! چاہیئے کہ کسی قوم یا فرقہ کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان کے معاملہ میں عدل و انصاف کا طریق ترک کر دو۔ بلکہ تمہیں ہر حال میں ہر فریق اور ہر شخص کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرنا چاہیئے۔ قرآن شریف کی یہ زرّیں تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا نمایاں اصل تھی۔ آپؑ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں کسی شخص کی ذات سے عداوت نہیں ہے بلکہ صرف جھوٹے اور گندے خیالات سے دشمنی ہے۔ اسی اصل کے ماتحت جہاں تک ذاتی امور کا تعلق ہے۔ آپؑ کا اپنے دشمنوں کے ساتھ نہایت درجہ مشفقانہ سلوک تھا۔ اور اشد ترین دشمن کا درد بھی آپ کو بے چین کر دیتا تھا چنانچہ جیسا کہ آپ کے سوانح کے حالات میں گزر چکا ہے۔ جب آپؑ کے بعض چچا زاد بھائیوں نے جو آپؑ کے خونی دشمن تھے۔ آپ کے مکان کے سامنے دیوار کھینچ کر آپ کو اور آپ کے مہمانوں کو سخت تکلیف میں مبتلا کر دیا اور پھر بالآخر مقدمہ میں خدا نے آپؑ کو فتح عطا کی اور ان لوگوں کو خود اپنے ہاتھ سے دیوار گرانی پڑی تو اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وکیل نے آپ سے اجازت لینے کے بغیر ان لوگوں کے خلاف خرچہ کی ڈگری جاری کروا دی۔ اس پر یہ لوگ بہت گھبرائے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک عاجزی کا خط بھجوا کر رحم کی التجا کی آپؑ نے صرف ڈگری کے اجراء کو رکوا دیا۔ [illegible] اپنے ان خونی دشمنوں سے معذرت بھی کی [illegible] میری لاعلمی میں یہ کارروائی ہوئی ہے جس کا مجھے افسوس ہے۔ اور اپنے وکیل کو ملامت فرمائی کہ ہم سے پوچھے بغیر خرچہ کی ڈگری کا اجراء کیوں کروایا گیا ہے۔ اگر اس موقعہ پر کوئی اور ہوتا تو وہ دشمن کی ذلت [illegible] نیامی کو انتہا تک پہنچا کر صبر کرتا۔ مگر آپ نے ان حالات میں بھی احسان سے کام لیا اور اس بات کا عملاً ثبوت پیش کیا کہ آپ کو صرف [illegible] خیالات اور گندے اعمال سے [illegible] ہے۔ کسی سے ذاتی عداوت نہیں۔ اور [illegible] آپؑ کے دشمن

بھی آپؑ کے دوست ہیں۔

اسی طرح یہ واقعہ بھی اُوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ جب ایک خطرناک خونی مقدمہ میں جس میں آپ پر اقدامِ قتل کا الزام تھا۔ آپؑ کا اشد ترین مخالف مولوی محمد حسین بٹالوی آپ کے خلاف بطور گواہ پیش ہوا۔ اور آپؑ کے وکیل نے مولوی صاحب کی گواہی کو کمزور کرنے کے لئے ان کے بعض خاندانی اور ذاتی امور کے متعلق ان پر جرح کرنی چاہی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی ناراضگی کے ساتھ اپنے وکیل کو روک دیا۔ اور فرمایا کہ۔ خواہ کچھ ہو۔ مَیں اس قسم کے سوالات کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اور اس طرح گویا اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر بھی اپنے جانی دشمن کی عزت و آبرو کی حفاظت فرمائی۔

قادیان کے بعض آریہ سماجی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سخت مخالف تھے اور آپ کے خلاف ناپاک پراپیگنڈے میں حصّہ لیتے رہتے تھے۔ مگر جب بھی انہیں کوئی تکلیف پیش آتی یا کوئی بیماری لاحق ہوتی تو وہ اپنی کارروائیوں کو بھول کر آپ کے پاس دوڑے آتے اور آپ ہمیشہ ان کے ساتھ نہایت درجہ ہمدردانہ اور محسنانہ سلوک کرتے۔ اور ان کی امداد میں دلی خوشی پاتے۔ چنانچہ ایک صاحب قادیان میں لالہ بڈھامل ہوتے تھے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سخت مخالف تھے۔ جب قادیان میں منارۃ المسیح بننے لگا۔ تو ان لوگوں نے حکام سے شکایت کی کہ اس سے ہمارے گھروں کی بے پردگی ہوگی۔ اسلئے مینارہ کی تعمیر کو روک دیا جائے۔ اس پر ایک مقامی افسر یہاں آیا اور اس کی معیت میں لالہ بڈھامل اور بعض دوسرے مقامی ہندو اور غیر احمدی اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان افسر صاحب کو سمجھایا کہ یہ شکایت محض ہماری دشمنی کی وجہ سے کی گئی ہے ورنہ اس میں بے پردگی کا کوئی سوال نہیں۔ اور اگر بالفرض کوئی بے پردگی ہوگی تو اس کا اثر ہم پر بھی ویسا ہی پڑے گا جیسا کہ ان پر۔ اور فرمایا کہ ہم تو صرف ایک دینی غرض سے یہ مینارہ تعمیر کروانے لگے ہیں۔ ورنہ ہمیں ایسی چیزوں پر روپیہ خرچ کرنے کی کوئی خواہش نہیں۔ اسی گفتگو کے دوران میں آپ نے اس افسر سے فرمایا کہ اب یہ لالہ بڈھامل صاحب ہیں۔ آپ ان سے پوچھئے کہ کیا کبھی کوئی ایسا موقعہ آیا ہے کہ جب یہ مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتے ہوں اور انہوں نے اس موقعہ کو خالی جانے دیا ہو۔ اور پھر انہی سے پوچھئے کہ کیا کبھی ایسا ہؤا ہے کہ انہیں فائدہ پہونچانے کا کوئی موقعہ مجھے ملا ہو اور میں نے اس سے دریغ کیا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس گفتگو کے وقت لالہ بڈھامل اپنا سر نیچے ڈالے بیٹھے رہے۔ اور آپؑ کے جواب میں ایک لفظ تک مُنہ پر نہیں لاسکے۔

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود ایک مجسّم رحمت تھا۔ وہ رحمت تھا اسلام کے لئے۔ اور رحمت تھا اس پیغام کے لئے جسے کہ وُہ خود آیا تھا۔ وہ رحمت تھا اس بستی کے لئے جس میں وہ پیدا ہؤا۔ اور رحمت تھا دنیا کے لئے جسکی طرف وہ مبعوث کیا گیا۔ وہ رحمت تھا اپنے اہل و عیال کے لئے اور رحمت تھا اپنے خاندان کے لئے۔ اور رحمت تھا اپنے دوستوں کے لئے۔ اور رحمت تھا اپنے دشمنوں کے لئے۔ اس نے رحمت کے بیج کو چاروں طرف بکھیرا اوپر بھی اور نیچے بھی۔ آگے بھی اور پیچھے بھی۔ دائیں بھی اور بائیں بھی مگر بدقسمت ہے وہ جس پر یہ بیج تو آکر گرا۔ مگر اُس نے ایک بنجر زمین کی طرح اُسے قبول کرنے اور اُگانے سے انکار کر دیا۔"

اداریہ بقیہ صفحہ (۲)

آثار میں اسلام کی نشأۃِ ثانیہ مسیح موعود و مہدی معہود کے ساتھ وابستہ قرار دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس مقدس وجود کو اس منصب اور مقام پر فائز کیا گیا اس نے ان اسباب اور ذرائع سے بھی اہلِ اسلام کو بروقت مطلع کر دیا اور عالمِ اسلام کو اسی نہج پر اپنی مساعی کو مرکوز کر دینے کی تلقین کی مگر افسوس کہ اس وقت کی اکثریت نے ان باتوں کو درخورِ اعتناء نہ جانا ــــ!! آپؑ کے مقابل پر یکے بعد دیگرے بڑے بڑے علماء و فضلاء اور مفکرینِ امت اٹھے۔ سب نے ہر ممکن کوشش کر کے دیکھ لی۔ آج تک کسی کو گوہرِ مقصود نہیں ملا ــــ اس کے برعکس تصرفِ الٰہی دیکھئے ــــ آج کے بدلے ہوئے حالات، دنیا کو بعد از خرابیٔ بسیار انہی باتوں پر پھر سے غور کرنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ جن کی طرف آج سے ۶۷ سال قبل زمانہ کے نبض شناس، خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے توجہ دلاتے ہوئے فرمایا تھا۔

"ہمارے زمانہ میں جو سوال پیش ہؤا کہ کیا وجوہات ہیں جن سے اسلام کو زوال آیا اور پھر وہ کیا ذریعے ہیں جن سے اس کی ترقی کی راہ نکل سکتی ہے۔ اس کے مختلف قسم کے لوگوں نے اپنے اپنے خیال کے مطابق جواب دئے ہیں۔ مگر سچا جواب یہی ہے کہ قرآن کو ترک کرنے سے تنزل آیا۔ اور اس کی تعلیم کے مطابق عمل کرنے سے ہی اس کی حالت سنور جاوے گی۔ موجودہ زمانہ میں جو اُن کو اپنے خونی مہدی اور مسیح کی آمد کی امید اور شوق ہے کہ وہ آتے ہی ان کو سلطنت دے دیگا اور کفار تباہ ہوں گے۔ یہ ان کے خام خیال اور وسوسے ہیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ خدا نے جس طرح ابتداء میں دعا کے ذریعہ سے شیطان کو آدم کے زیر کیا تھا۔ اسی طرح اب آخری زمانہ میں بھی دعا ہی کے ذریعہ سے غلبہ اور تسلط عطا کرے گا نہ تلوار سے۔ ہر ایک امر کے لئے کچھ آثار ہوتے ہیں۔ اور اس سے پہلے تمہیدیں ہوتی ہیں۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ بھلا اگر ان کے خیال کے موافق یہ زمانہ ان کے دن پلٹنے کا ہی تھا۔ اور مسیح نے آکر ان کو سلطنت دلانی تھی تو چاہئیے تھا کہ ظاہری طاقت اُن میں جمع ہونے لگتی۔ ہتھیار ان کے پاس زیادہ رہتے۔ فتوحات کا سلسلہ ان کے واسطے کھولا جاتا۔ مگر یہاں تو بالکل ہی برعکس نظر آتا ہے ــــ ہتھیار ان کے ایجاد نہیں۔ ملک و دولت تو اَوروں کے ہاتھ ہے۔ ہمت و مردانگی ہے تو اَوروں میں یہ ہتھیاروں کے واسطے بھی دوسروں کے محتاج۔ دن بدن ذلت اور ادبار ان کے گرد ہے۔ جہاں دیکھو، جس میدان میں سنو انہیں کو شکست ہے۔ بھلا کیا یہی آثار ہؤا کرتے ہیں اقبال کے؟ ہرگز نہیں۔ یہ بھولے ہوتے ہیں۔ زمینی تلوار اور ہتھیاروں سے ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتے۔ ابھی تو ان کی خود اپنی حالت ایسی ہے اور بے دینی اور لامذہبی کا رنگ ایسا آیا ہے کہ قابلِ عذاب اور موردِ قہر ہیں۔ پھر ایسوں کو کبھی تلوار ملی ہے؟ ہرگز نہیں۔ ان کی ترقی کی وہی سچی راہ ہے کہ اپنے آپ کو قرآن کی تعلیم کے مطابق بناویں۔ اور دُعا میں لگ جاویں۔ ان کو اب اگر مدد آوے گی تو آسمانی تلوار سے اور آسمانی حربہ سے، نہ اپنی کوششوں سے۔ اور دعا ہی سے ان کی فتح ہے نہ قوتِ بازو سے۔ یہ اسلئے ہے کہ جس طرح ابتدا تھی انتہا بھی اسی طرح ہو۔ آدم اوّل کو فتح دُعا ہی سے ہوئی تھی رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ...... الخ اور آدم ثانی کو بھی جو اس زمانہ میں شیطان سے آخری جنگ کرنا ہے اسی طرح دعا ہی کے ذریعہ فتح ہوگی۔"

(الحکم مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۸)

پس مبارک ہے وہ جو ان باتوں پر غور کرتا اور اس کے مطابق اپنے اندر تبدیلی کے لئے تیار ہو جاتا ہے!! وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

مقصدِ بعثت

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کا دُوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے۔ اِسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے۔"

(فتحِ اسلام صفحہ ۸)

الہامی اشعار

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا!!

حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاقِ فاضلہ و اوصافِ حمیدہ

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن کلکتہ

ہستی باری تعالیٰ و بعثتِ مرسلین

اللہ تعالیٰ کی ذات حسن و احسان کا سرچشمہ ہے۔ ہر خوبی و کمال اسی ذات میں ہے مگر وہ ہستی ہماری ظاہری نظروں سے پوشیدہ اور وراء الوراء ہے۔ ہاں وہ ہستی اپنی ذات کا ثبوت اپنی تجلّیات کے اظہار کے ساتھ دیتی ہے۔ اس ذات پاک ہستی کے ثبوتوں میں سے ایک ثبوت انبیاء و مرسلین کا وجود ہے۔ جو اس کے نور و جمال اور صفات و کمال کی تجلّی گاہ ہوتے ہیں۔ ان ماموریں کے ذریعہ وہ خدائے حیّ و قیوم اپنی صفاتِ کاملہ حسنہ کا اظہار کرتا ہے اور ان مرسلین کے ذریعہ مخلوقِ خدا اس محبوبِ ازلی کے حسن و جمال کا مشاہدہ کر کے پھر اس کے آستانہ پر سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔

خدا تعالیٰ ان ماموریں و مرسلین کو ایک پاکیزہ سیرت اور اعلیٰ کردار عطا فرماتا ہے۔ ان کے اندر اخلاقِ فاضلہ کی ایسی روحانی مقناطیسی کشش اور جاذبیت پیدا فرماتا ہے جو گمراہوں کو پھر آستانۂ الٰہی کی طرف کھینچ لاتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو سلسلۂ نبوت و رسالت کے مرکزی نقطہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کا کامل اور جامع نمونہ و مظہر ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

کہ اے ہمارے حبیب! تو اخلاق کے اعلیٰ درجہ کے معیار پر قائم ہے۔ عام لوگوں کو وحی و رسالت کی اصل حقیقت تو معلوم نہیں ہو سکی مگر تیرے اخلاقِ فاضلہ اور روشن کردار سب کو نظر آتا ہے۔ تیری روشن ضمیری، راست گفتاری، دیانت و امانت، عدل و انصاف اور ہمدردیٔ خلق یہ وہ اوصافِ حمیدہ ہیں جو سب پر عیاں ہیں جن کی بناء پر تیرے یہ مخالف بھی "امین و صدوق" کا خطاب تجھے دینے پر مجبور ہوئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کی غرض بھی ان پیارے الفاظ میں بیان فرمائی

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ

کہ میں دنیا میں اخلاقِ فاضلہ کے قیام کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ماموریں و مرسلین کے اخلاقِ فاضلہ اور ان کا اعلیٰ کردار ان کی صداقت و راستبازی کا ایک اہم ثبوت ہوتا ہے اور ان اخلاقِ فاضلہ میں دنیا کے لئے کشش کا سامان ہوتا ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی شہادت

چنانچہ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی غارِ حرا میں نازل ہوئی اور آپ رسالت کی اہم ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے قدرے تشویش کا اظہار فرماتے ہیں تو آپکی رفیقۂ حیات ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ آپ کو تسلّی دیتے ہوئے عرض کرتی ہیں

کَلَّا وَاللّٰہِ مَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا
اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ
وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ
وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ (بخاری جلد ۱)

اے میرے سرتاج! خدا تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا کیونکہ آپ رشتہ داروں کے حقوق ادا کرتے ہیں۔ غریبوں اور بیکسوں کا سہارا ہیں اور ان کے بوجھ اٹھاتے ہیں۔ وہ نیکیاں جو دنیا سے معدوم ہو چکی ہیں آپ ان کو دوبارہ دنیا میں قائم کرتے ہیں۔ مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ حق و انصاف کے قیام کے لئے اگر کچھ ابتلا و مصائب لوگوں پر آتے ہیں تو ان مصائب میں لوگوں کی امداد فرماتے رہتے ہیں اور ان سے ہمدردی کرتے ہیں۔

گویا حضرت خدیجہؓ کو یقین تھا کہ حقوق العباد کو کما حقہٗ ادا کرنے والا انسان حقوق اللہ کی ادائیگی میں کبھی ناکام نہ ہوگا۔ اور وہ انسان جو دنیوی امور میں مخلوق کا ہمدرد و خیر خواہ ہے وہ دینی و روحانی امور میں اپنے جذبۂ ہمدردی و ایثار کو کمال تک پہنچائے گا۔ اور اس طرح خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کو پا کر اپنے مقصدِ بعثت میں کامیاب و کامران ہوگا اور واقعاتِ عالم بتاتے ہیں کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے جس رنگ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ کا تجزیہ کیا اور اس سے آپ کے مقصدِ بعثت میں کامیابی کا اندازہ کیا وہ صحیح اور برحق تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ متذکرہ بالا اخلاقِ فاضلہ کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے جو قیامت تک مخلوقِ خدا کے لئے مشعلِ راہ کا کام دے گی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے شاگرد اور عاشقِ صادق تھے۔ آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عشق میں فنا ہو کر آنحضرت صلعم کے ہی اخلاقِ فاضلہ کے مظہر اور بروز تھے۔ آپ نے ہر برکت اپنے آقا و مطاع صلعم کے فیض سے پائی۔ الہامِ الٰہی میں آپ کو فرمایا گیا

کُلُّ بَرَکَۃٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَکَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ

کہ تمام برکتیں آپ کو آنحضرت صلعم کے فیضان سے ملی ہیں وہ آپ کے بابرکت استاد اور آپ ان کے برکت والے شاگرد ہیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ خود فرماتے ہیں ؎

مصطفےٰ پر تیرا بیحد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

اور ؎

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اوصافِ حمیدہ

جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و سوانح کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں آپ کی سیرتِ طیبہ میں بھی انہی اخلاقِ فاضلہ کی جھلک نظر آتی ہے جو آپ کے آقا و مطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر پائے جاتے تھے جن کی شہادت حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے دی تھی

ہمدردیٔ مخلوق

ان اوصافِ حمیدہ میں سے صرف ایک وصف ہمدردیٔ خلق کے بارہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ میں ہمدردی اور خدمتِ خلق کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:۔

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمتِ خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

اور اسی جذبۂ ہمدردی اور خدمتِ خلق کے اظہار کو شرائطِ بیعت میں شامل فرمایا۔ شرائطِ بیعت میں سے شرط ۴ و شرط ۹ یہ ہیں کہ ہر بیعت کنندہ یہ عہد کرے کہ:۔

"عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دیگا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح"

"عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا۔ اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوعِ انسان کو فائدہ پہنچائے گا۔"

اور اپنی جماعت کو نصیحت فرمائی:۔

" اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ بغیر لحاظ مذہب و ملت کے تم ہمدردی بھوکوں کو کھلاؤ۔ غلاموں کو آزاد کرو۔ قرضداروں کے قرض ... زیر باروں کے بار اٹھاؤ اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کا حق ادا کرو۔"

(نور القرآن نمبر ۲ صفحہ ۲۳)

جذبۂ ہمدردی

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ خود اپنی ذات کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

(۱) " میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہو اور میں نماز میں مصروف ہوں۔ میرے کان میں اس کی آواز پہنچ جائے تو میں چاہتا ہوں کہ نماز توڑ کر بھی اس کو فائدہ پہنچا سکتا ہوں تو پہنچاؤں اور جہاں تک ممکن ہے اس سے ہمدردی کروں یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ کسی بھائی کی مصیبت اور تکلیف میں اس کا ساتھ نہ دیا جائے اگر تم کچھ بھی اس کے لئے نہیں کر سکتے تو کم از کم دعا ہی کرو۔ اپنے تو درکنار میں تو کہتا ہوں کہ غیروں اور ہندوؤں کے ساتھ بھی اعلیٰ اخلاق کا نمونہ دکھاؤ اور ان سے ہمدردی کرو۔ لاابالی مزاج ہرگز نہیں چاہیئے۔"

(ملفوظات حصہ اوّل صفحہ ۲۱۳)

نیز فرمایا:۔

(۲) " میں تمام مسلمانوں، عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوعِ انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے ایک والدہ مہربان اپنے بچوں سے کرتی ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقاید کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ہر ایک بدگلی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔"

(اربعین ۱ صفحہ ۲)

نیز فرمایا:۔

(۳) " بنی نوعِ انسان کے ساتھ ہمدردی میں میرا یہ مذہب ہے کہ جب تک (باقی)

خُلقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہرِ کامل

از محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب قادیانی فاضل نائب ناظر تالیف وتصنیف قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و اخلاقِ فاضلہ کے متعلق کچھ جاننے سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ اور آپ کے مثیل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ مسیح موعود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ اس سے اللہ تعالیٰ کا مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح آپ کا وارث ہوگا۔ آپ کے خلق کا وارث، آپ کے سب صفاتِ حسنہ کا وارث ہوگا۔ احادیث میں بھی لکھا ہے کہ مہدی موعود خُلق اور خَلق میں ہمرنگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہوگا اور اس کا اسم آنجناب کے اسم کے مطابق ہوگا۔ یعنی اس کا نام بھی محمد اور احمد ہوگا اور آپ کے اہلِ بیت میں سے ہوگا اور بعض حدیثوں میں ہے کہ وہ مجھ میں سے ہوگا۔ یہ عمیق اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ روحانیت کے رُو سے اس میں ... ... ہوگا اور اس کی روح کا روپ ہوگا۔ اس پر بڑا قرینہ یہ ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلق بیان فرمایا یہاں تک کہ دونوں کے نام ایک کر دئے ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس موعود کو اپنا بروز بیان فرمانا چاہتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ کا یشوع بروز تھا۔

اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ تھا کہ وہ آپ کے نام، خلق، علم اور روحانیت کا وارث ہوگا۔ اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر آپ کی تصویر دکھلائے گا۔ اور وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ سب کچھ آپ سے لے گا۔ اور آپ میں فنا ہو کر آپ کے چہرہ کو دکھائے گا۔ وہ جیسا کہ ظلّی طور پر آپ کا سب کچھ لے گا ایسا ہی اس کا نام نبی لقب بھی لے گا کیونکہ بروزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے پورے کمالات اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق ہے کہ بروز میں دوئی نہیں ہوتی کیونکہ بروز کا مقام اس مضمون کا مصداق ہوتا ہے کہ ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

سب سے عدل وانصاف۔ دوسروں کے جذبات کا احترام۔ غرباء مساکین اور ناداروں کا خیال۔ ان کی چیزوں ومالوں کی حفاظت۔ غلاموں اور خادموں سے حسنِ سلوک خادموں کا احترام۔ عورتوں سے حسنِ سلوک۔ وفات یافتوں کے لئے دعائیں ہمسایوں سے حسنِ سلوک۔ رشتہ داروں سے احسان نیک صحبت لوگوں کے ایمان کی حفاظت کا خیال۔ دوسروں کے عیوب کا کتمان۔ نیک کاموں وتقویٰ کی باتوں میں تعاون باہمی چشم پوشی۔ تجسّس سے اجتناب۔ نیک ظنی۔ دھوکہ سے پرہیز فریب سے نفرت۔ ناامیدی و مایوسی سے احتراز۔ جانوروں سے سلوک۔ مذہبی رواداری دلیری۔ وفائے عہد۔ محنت ومشقت میں مصروفیت و انہماک۔ ذمہ داری کا پورا احساس وغیرہ صفات آپ کے اندر نمایاں تھیں۔ دراصل آپ انسانِ کامل تھے۔ اور آپ کی زندگی و سیرت واخلاقِ حسنہ تمام انبیاء کے اخلاق سے بڑھ کر تھے۔ ان میں بعض کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اس سے آپ کی سیرت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس قسم کے جملہ صفات و روحانیت و اخلاق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اندر موجود تھے پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کامل نمونہ ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت و اخلاق کا۔ موجودہ زمانہ میں جب کہ مسلمان آنحضرت صلعم کے اخلاق و روحانیت سے دور جا پڑے تھے ان کے اندر دوبارہ وہی روحانیت واخلاق پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھڑا کیا اور آپ نے آنحضرت صلعم کی روحانیت و اخلاق کا کامل واکمل نمونہ پیش فرمایا۔

حضرت مسیح موعود دنیا کے لئے جن صفاتِ خاصّہ واخلاقِ حسنہ کے مالک تھے وہ حسبِ ذیل تھے:۔ دیانت۔ امانت۔ صداقت صلہ رحمی۔ لوگوں کے بوجھ اٹھا لینا۔ اور مہمان نوازی۔ مصائب پر لوگوں کی امداد اور معدوم نیکیوں کا دوبارہ اجراء۔ مظلوم کی مدد ہر چیز میں ظاہری وباطنی صفائی۔ کھانے پینے میں کمال سادگی۔ کمال تقویٰ وپرہیزگاری خدا کی محبت اور اس کی عبادت میں کمال۔ شرک سے نفرت۔ کامل توحید سے محبت۔ خدا پر توکل اور کامل بھروسہ۔ خدا کی خشیت۔ اس کی کامل فرمانبرداری واطاعت۔ خدا سے کامل امید اور اس پر یقین۔ اس کے لئے مجد غیرت گناہ سے کلّی نفرت خدا میں محویت واستغراق بنی نوع انسان سے حسنِ معاملہ وغیرہ نیک برتاؤ نڈر طبیعت۔ ہر حال میں صابر وشاکر۔ تحمل و صبر واستقلال موجود تھا۔ اور آپ اپنے مطاع صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کاملہ کا پیکر تھے۔

اب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت واخلاق میں سے بعض امور قارئین کرام کے سامنے رکھتے ہیں آپ کا اپنے مخالفین کے ساتھ جو اعلیٰ سلوک تھا اس کے اغیار بھی قائل تھے۔

قادیان کے آریوں نے حضرت اقدس کے آخری ایام میں قادیان سے ایک اخبار نکالا اور اس کا نام شبھ چنتک رکھا۔ اس اخبار کے ایڈیٹر ومنتظم تین آدمی تھے۔ اوّل سومراج دوم اچھر چند۔ سوم بھگت رام۔ اور یہ تینوں حضرت اقدسؑ کی توہین کرتے اور گالیاں دیتے رہتے تھے۔ ان کی گالیوں کا نمونہ ملاحظہ ہو انہوں نے آپ کے خلاف لکھا

(۱) "یہ شخص خود پرست ہے نفس پرست ہے۔ فاسق ہے فاجر ہے۔ اس واسطے گندی اور ناپاک خوابیں اس کو آتی ہیں" (۲۲ر اپریل ۱۹۰۶ء)

(۲) "قادیانی مسیح کے الہاموں اور اس کی پیشگوئیوں کی اصلیت طشت ازبام کرنے کا ذمہ اٹھانے کا ایک ہی پرچہ شبھ چنتک ہے۔ مرزا قادیانی بداخلاق۔ شہرت کا خواہاں شکم پرور ہے۔" (۱۵ر مئی ۱۹۰۶ء)

(۳) "کم بخت۔ کمانے سے عار رکھنے والا۔ مکر اور فریب اور جھوٹ میں مشّاق" (۲۲ر مئی ۱۹۰۶ء)

(۴) "ہم ان کی چالاکیوں کو طشت از بام کریں گے اور ہمیں امید ہی ہے کہ ہم اپنے ارادہ میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ مرزا مکّار جھوٹ بولنے والا اور مرزا کی جماعت کے لوگ بدچلن اور بدمعاش" (۲۲ر دسمبر ۱۹۰۶ء)

(۵) "ہم نے پندرہ سال تک متواتر پہلو بہ پہلو ایک ہی قصبہ میں ان کے ساتھ رہ کر ان کے حال پر غور کی تو اتنی غور کے بعد ہمیں یہی معلوم ہوا کہ یہ شخص درحقیقت مکّار۔ خود غرض عشرت پسند اور بد زبان وغیرہ وغیرہ ہے۔ نشان تو ہم نے اس مدت تک کوئی نہیں دیکھا البتہ یہ دیکھا ہے کہ یہ شخص ہر روز جھوٹے الہام بناتا ہے اور ایک لاثانی بیوقوف ہے" (یکم مارچ ۱۹۰۷ء)

حضرت اقدسؑ نے ان باتوں کو برداشت کر کے اپنے صبر وتحمل کا ثبوت دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ گالیاں دینے والے اور توہین کرنے والے تینوں شخص طاعون میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے اور ساتھ ہی ان کا اخبار شبھ چنتک بھی ختم ہو گیا۔ ان میں سے ایک کا واقعہ ہے کہ حضرت مولوی حکیم عبید اللہ صاحب احمدی کی طرف علاج کے لئے رجوع کیا۔ انہوں نے اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس کا علاج کرنے کے بارہ میں دریافت کیا۔ آپؑ نے اجازت دے دی اور فرمایا بیشک آپ علاج کریں مگر اب وہ طاعون سے بچ نہیں سکتا۔ یہ آپ کی کس قدر فراخ دلی اور رواداری ہے کہ انسانی ہمدردی کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسے شدید معاند دشمن کے لئے علاج کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔

دراصل یہ وہی اخلاق ہیں جو انبیاء کا خاصّہ ہیں اور اس قدر حسنِ سلوک کا برتاؤ حضرت اقدس علیہ السلام کا بھی خصوصی امتیاز ہے۔ حالانکہ ان کی شدید عداوت ودشمنی کا تقاضا تھا کہ علاج کی اجازت نہ دی جاتی۔ پھر بیماری بھی متعدی تھی مگر آپ نے ان باتوں کی ذرا بھی پرواہ نہ کی اور یہ نمونہ پیش فرمایا جس کا انبیاء سے تعلق ہے۔ اور انسانی ہمدردی جس کا تقاضا کرتی ہے۔

دراصل یہی وہ چیز ہے جو دلوں پر گہرا اثر چھوڑتی ہے اور انقلاب پیدا کرنے کا موجب بنتی ہے۔ کیونکہ اس قسم کی باتوں کے ذریعہ سے انبیاء کے اندر جذب وکشش کی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ لوگوں کے دلوں کو موہ لیتی اور ان کی کایا پلٹ دیتی ہے۔

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات سے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار

فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
کشتیٔ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار

(منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک پہلو

محترم جناب مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا

بِمُطَّلِعٍ عَلٰی اَسْرَارِ بَالِیْ
بِعَالِمِ عَیْبَتِیْ فِیْ کُلِّ حَالِیْ
بِوَجْہٍ قَدْ رَأٰی اَعْشَارَ قَلْبِیْ
بِمُسْتَمِعٍ لِّصَرْخِیْ فِی اللَّیَالِیْ
لَقَدْ اُرْسِلْتُ مِنْ رَّبٍّ کَرِیْمٍ
رَحِیْمٍ عِنْدَ طُوْفَانِ الضَّلَالِ

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)
(روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۹۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا اشعار کا ترجمہ یہ ہے :۔

اُس ذات کی قسم ہے جو میرے دل کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ اُس کی قسم ہے جو ہر حال میں میرے اندرونہ سے اچھی طرح واقف ہے۔ اس چہرے کی قسم ہے جس نے میرے دل کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھا اور اس کی قسم ہے جس نے میری راتوں کی چیخوں کو سنا۔ یقیناً میں اسی ربّ کریم کی طرف سے بھیجا گیا ہوں جس کا رحم گمراہی کے طوفان کے وقت بھی عاجز بندوں کی دستگیری کرتا رہتا ہے۔

یہ اشعار کیا ہیں۔ ایک پاکیزہ دل کی آواز ہیں جو سعید روحوں کو ایک پُرزور کشش کے ساتھ اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ کہنے والے نے اپنی ہر بات پر اُس خدائے عظیم کو گواہ ٹھہرایا ہے جو دلوں کے پوشیدہ سے پوشیدہ حالات کو بھی جانتا ہے اور انسان کا کوئی گوشہ اس کی نگاہ سے اوجھل نہیں اس کہنے والے نے جس طور سے اپنے جگر کے ٹکڑے اپنے خدا کی محبت میں اُڑائے اس کے لئے بھی اسی کے پیارے چہرے کو بطور گواہ پیش کیا ہے اور پھر جس طرح وہ رات کی تاریکیوں میں اس کے آگے گرا اور چیخا اور چلّایا اس کے لئے بھی اسی کی گواہی کو رکھا ہے اور بالآخر بتایا ہے کہ میں واقعی سچا اور اس خدائے کریم کی طرف سے بھیجا گیا ہوں جس کا رحم گمراہی کے زور دورے کے وقت بھی اپنے بندوں کو نہیں چھوڑتا۔ اور ان کی ہدایت کا سامان کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا کوئی معمولی بات نہیں اس کی عظمت دل میں خوف پیدا کرتی ہے اور اس کے غضب کا تصوّر بھی انسان کو بیخ و بن سے ہلا دیتا ہے۔ جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور وہ اس کی لعنت سے بچ نہیں سکتے۔ جلد یا بدیر پکڑے جاتے اور ذلیل کئے جاتے ہیں۔ اور جتنی بڑی چیز کے لئے قسم ہو اتنی ہی بڑی لعنت کے نیچے آتے ہیں تا مخلوقِ الٰہی گمراہ نہ ہو۔ پھر یہ اشعار کہنے والا کیسا انسان تھا جو اس پیار اور محبّت سے اس علیم و خبیر کی گواہی کو اپنے لئے بار بار پیش کرتا ہے۔ وہ تو وہی ہو سکتا ہے جس کے گوشے گوشے میں خدا بس رہا ہو اور وہ اس میں کلی طور پر فنا ہو اور وہی اس کا ملجا و ماویٰ ہو اور اسی کا حقیقی سہارا۔ کیا اس کے سوا کسی کے منہ سے یہ پیار و محبت سے بھرے ہوئے کلمات نکل سکتے ہیں۔ کیا ایک اہلِ دل یہ بات نہیں سمجھ سکتا۔

آپ کی راتوں کی چیخیں کیسی ہوتی تھیں اس کی گواہی وہی خدا ان الفاظ میں دیتا ہے ؎

دلم می بلرزد چو یاد آورم
مناجاتِ شوریدہ اندر حرم

(الہام مسیح موعودؑ۔ تذکرہ ایڈیشن اول صفحہ ۳۹۲)

یعنی میرا دل کانپ جاتا ہے جب مجھے اس دیوانۂ محبّت کی دعائیں یاد آتی ہیں جو اس نے حرم میں کیں۔ اس الہام کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

" شوریدہ سے مراد دعا کرنے والا ہے اور حرم سے مراد جس پر خدا نے تباہی کو حرام کر دیا ہو اور دلم می بلرزد خدا کی طرف سے ہے۔ یعنی یہ دعائیں قوی الاثر ہیں میں انہیں جلدی قبول کرتا ہوں۔ یہ خدا تعالےٰ کے فضل اور رحمت کا نشان ہے دلم می بلرزد بظاہر ایک غیر محل سا محاورہ ہو سکتا ہے مگر یہ اس کی مشابہ ہے جو بخاری میں ہے کہ مومن کی جان نکلنے میں مجھے تردّد ہوتا ہے۔

تورات میں جو پچھتانا وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں دراصل وہ اس قسم کے محاورہ ہیں جو اس سلسلہ کی ناواقفی کی وجہ سے لوگوں نے نہیں سمجھے۔ اس الہام میں خدا تعالیٰ کی اعلیٰ درجہ کی محبت اور رحمت کا اظہار ہے اور حرم کے لفظ میں گویا حفاظت کی طرف اشارہ ہے"

(تذکرہ صفحہ ۳۹۲)

اللہ تعالےٰ کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح اس پاک انسان کی دعائیں عرشِ الٰہی کو ہلا دینے والی ہوتی تھیں اپنی دعاؤں کے متعلق ایک فارسی کے شعر میں آپؑ فرماتے ہیں :۔

بنالم بر درش زاں ساں کہ نالد
بوقتِ وضعِ حملے باردارے

کہ میں اس کے دروازے پر اس طرح روتا ہوں جس طرح ایک حاملہ عورت وضعِ حمل کے وقت روتی ہے۔ اسی طرح آپؑ ایک اور جگہ فرماتے ہیں ؎

ز در سرکشی اے پاک خوجاں برکنم از بحر تو
زاں ساں تہی گریم کہ زو یک عالمے گریاں کنم

یعنی اے خدا اگر تو نے مجھ سے منہ موڑا تو میں تیری جدائی میں اپنی جان کو ہلاک کر دوں گا اور اس قدر روؤں گا کہ ایک دنیا کو اس سے رُلا دوں گا۔ ایسی دعاؤں کی طاقت انہی کو دی جاتی ہے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دنیا میں کوئی انقلابِ عظیم برپا کرنا چاہتا ہے ؎

بِوَجْہٍ قَدْ رَأٰی اَعْشَارَ قَلْبِیْ

کیا پیارا مصرع ہے۔ محبتِ الٰہی آپ کی جان تھی بلکہ جان کی جان۔ آپ کس طرح اس پر قربان ہوئے اور کس طرح اس کی محبت میں اپنے جگر کے ٹکڑے اڑائے اس کے لئے آپ اسی کے پیارے چہرے کی قسم کھاتے ہیں۔ اس میں کیا اندازِ محبت ہے۔ یہ کوئی محبت کی چنگاری رکھنے والا ہی سمجھ سکتا ہے۔ اس محبت نے کیا کچھ کیا اس کی صرف ایک جھلک اس فقرہ میں ہے۔ ایسی محبت کے بعد آپ الہامِ الٰہی کے مستحق ٹھہرے اور مامور کر کے مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے جیسا کہ آپ تیسرے شعر میں فرماتے ہیں الہامِ الٰہی کے نزول کے متعلق آپ ایک اور جگہ فرماتے ہیں :۔

" پھر یہ الہام اس وقت مجھے ملا جب کہ میرے جگر کے ٹکڑے خدا تعالےٰ کے شوق میں اڑے اور عشاقِ الٰہی کی موت میرے پر آئی۔ اور کئی قسم کے جلانے سے میں جلایا گیا اور کئی قسم کے خونوں سے میں کوٹا گیا۔ اور اہل و عیال سے میرا دل کاٹا گیا۔ یہاں تک کہ خدا تعالےٰ کا فضل پورا ہو گیا۔ اور میرا راستہ کھولا گیا اور میرے چاند کا نور مجھ پر بکھر گیا۔ پس اس سے مجھے دو حصے ملے۔ الہام کا نور اور عقل کا نور اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور کوئی اس کے فضل کو رد نہیں کر سکتا۔"

(نجم الہدیٰ صفحہ ۱ ترجمہ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۶ ترجمہ)

اپنی حالت کا نقشہ ایک اور جگہ آپ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں :۔

" صرف اس حالت میں کسی کو صادق مع اللہ کہہ سکتے ہیں جب کہ وہ درحقیقت خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اپنی رضامندی چھوڑ دیتا ہے اور اس کو خوش کرنے کے لئے ایک تلخ موت اپنے لئے اختیار کر لیتا ہے [illegible] پر مقدم کر لیتا ہے اور [illegible] کے دل کی طرف دیکھتا ہے تو [illegible] دنیا سے الگ اور اپنی رضا [illegible] پاتا ہے اور سچ مچ ہر ایک ذرہ اس کے وجود کا خدا تعالےٰ کی راہ میں قربان ہو جاتا ہے۔ اور اگر امتحان کیا جاوے تو کوئی چیز اس کو خدا تعالےٰ سے نہیں روک سکتی۔ نہ [illegible]

رفیع الشان منصب و مقام

" میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں"

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

" میں وہی ہوں جس کا خدا نے وعدہ کیا تھا۔ ہاں! میں وہی ہوں جس کا سارے نبیوں کی زبان پر وعدہ ہوا"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۶۵)

نہ مال نہ زن نہ فرزند نہ آبرو بلکہ درحقیقت وہ اپنی ہستی کا نقش مٹا دیتا ہے اور خدا تعالےٰ کی ایسی محبت اس پر غالب آجاتی ہے کہ اگر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کیا جاوے یا اُس کی اولاد کو ذبح کیا جاوے یا اس کو آگ میں ڈالا جاوے اور ہر ایک تلخی اس پر وارد کی جائے تب بھی وہ اپنے خدا کو نہیں چھوڑتا اور مصیبت کے کسی حملہ سے وہ اپنے خدا سے الگ نہیں ہوتا اور صادق اور وفادار ہوتا ہے اور تمام دنیا اور دنیا کے بادشاہوں کو ایک مردہ کیڑے کی طرح سمجھتا ہے۔ اور اگر اس کو یہ بھی سنایا جائے کہ تو جہنم میں داخل ہو گا تب بھی وہ اپنے محبوبِ حقیقی کا دامن نہیں چھوڑتا کیونکہ محبتِ الٰہی اس کا بہشت ہو جاتا ہے اور وہ خود نہیں سمجھ سکتا کہ مجھ کو خدا سے کیوں ایسا تعلق ہے کیونکہ کوئی نامرادی اور کوئی امتحان اس تعلق کو کم نہیں کر سکتا۔ پس اس حالت میں کہہ سکتے ہیں کہ وہ خدا سے نزدیک ہے نہ شیطان سے۔ ایسے لوگ اولیاء الرحمٰن ہیں اور خدا ان سے محبت کرتا ہے اور وہ خدا سے۔ انہیں پر خدا تعالیٰ کا کلام نازل ہوتا ہے۔"

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص۴۹)

انہی کیفیات کی وجہ سے آپؑ پر خدا تعالیٰ کا کلام بھی ایسی شان کے ساتھ نازل ہوا کہ دن اور رات آپ اس کے مورد رہے۔ ہر روز تازہ بتازہ کلام ہوتا جو آپ کے دل کو قسم قسم کی تازگی بخشتا اور آپؑ پر روحانی اسرار و رموز ظاہر کرتا۔ وہ کلام غیب کی خبروں سے بھرا ہوا تھا جو صرف اسی ذات عالم الغیب کا خاصہ ہے۔ وہ سب خبریں بعینہٖ اسی طرح پوری ہوئیں جس طرح بتایا گیا تھا اس کے ساتھ خدا کی فعلی شہادت بھی جو نہایت درجہ غیر معمولی تائید و نصرت کی شکل میں آپؑ کے شاملِ حال ہوئی۔ وہ خدا آپؑ کو کہاں سے کہاں لے گیا اور آپؑ کو کیا کچھ دیا۔ اس کے متعلق آپؑ فرماتے ہیں ؎

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا
میں تھا غریب و بیکس و گمنام بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہوا
اک مرجعِ خواص یہی قادیاں ہوا
پر پھر بھی جن کی آنکھ تعصب سے بند ہے
ان کی نظر میں حال میرا ناپسند ہے

اسی طرح ایک اور مقام پر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

مری اس نے ہر اک عزت بنا دی
مخالف کی ہر اک شیخی مٹا دی
مجھے ہر قسم سے اس نے عطا دی
سعادت دی ارادت دی وفا دی
ہر اک آزار سے مجھ کو شفا دی
مرض گھٹتا گیا جوں جوں دوا دی
محبت غیر کی دل سے ہٹا دی
خدا جانے کہ کیا دل کو سنا دی
دوا دی اور غذا دی اور قبا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ
تیرے فضلوں سے جاں بستاں سرا ہے
تیرے نوروں سے دل شمس الضحیٰ ہے
اگر اندھوں کو انکار و اِبا ہے
وہ کیا جانیں کہ اس سینہ میں کیا ہے
مجھے اس یار سے پیوندِ جاں ہے
وہی جنت وہی دار الاماں ہے
بیاں اس کا کروں طاقت کہاں ہے
محبت کا تو اک دریا رواں ہے
تیرے کوچہ میں کن راہوں سے آؤں
وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھ کو پاؤں
محبت ہے کہ جس سے کھینچا جاؤں
خدائی ہے خودی جس سے مٹاؤں
محبت چیز کیا کس کو بتاؤں
وفا کیا راز ہے کس کو سناؤں
میں اس آندھی کو اب کیونکر چھپاؤں
یہی بہتر کہ خاک اپنی اڑاؤں

ایک طرف اس خدا کے پیارے کا یہ حال، دوسری طرف اس کو (نعوذ باللہ) کافر و دجال کہنے والے لوگ۔ ایک سعید انسان کا دل اس خیال سے کانپ جاتا ہے کہ یہ لوگ کیسے اندھے ہو گئے۔ کیا ان کو اتنی بھی سمجھ نہ آئی کہ اس قسم کی باتیں ایک دروغگو کے ناپاک سینے سے نہیں نکل سکتیں۔ کیا ان کو اس پر خدائے عظیم کا اُترا ہوا کلام نظر نہ آیا۔ کیا اس کلام میں وہی چمک نہیں جو خدا کے کلام میں ہوا کرتی ہے کیا اس کلام میں وہی جذب اور کشش نہیں جو خدا کے کلام میں موجود ہوتی ہے۔ کیا اس کلام میں وہی معرفت اور محبتِ الٰہی بخشنے کی طاقت نہیں جو خدا کے کلام کا خاصہ ہے۔ کیا یہ اسی طرح سے پیشگوئیوں سے بھرا ہوا نہیں جس طرح خدائے عالم الغیب کا کلام ہوا کرتا ہے کیا اس کے ساتھ وہی فعلی شہادت نہیں جو سچے کلام کی علامت ہوتی ہے۔ کاش! یہ لوگ اس پر غور کرنے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالتے۔

مضمون کے شروع میں جو تین اشعار دئے گئے ہیں وہ اشعار کیا ہیں ایک پاکیزہ اور اپنے محبوبِ حقیقی میں فنا شدہ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی آواز ہے جس میں صدق و صفا۔ محبت و وفا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور اس خدا کا واسطہ دیا ہوا ہے جس کی نگاہ نے آپ کو اپنی محبت میں فنا پایا سو وہ آپ پر خوب ظاہر ہوا اس نے آپؑ کو انسانوں کی ہدایت کیلئے چن لیا کاش! لوگ اسے شناخت کریں اور اپنی عاقبت کو سنواریں۔ ٭

حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاقِ فاضلہ و اوصافِ حمیدہ

بقیہ ص۱۱

دشمنان کے لئے دعا نہ کی جائے پورے طور پر سینہ صاف نہیں ہوتا
.... شکر کی بات ہے کہ ہمیں اپنا کوئی دشمن نظر نہیں آتا جس کے واسطے دو تین مرتبہ دعا نہ کی ہو۔ ایک بھی ایسا نہیں۔ اور یہی میں تمہیں کہتا ہوں ...... پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تمہیں چاہیئے کہ تم ایسی قوم بنو جس کی نسبت آیا ہے کہ اِنَّھُم قَوم لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُم۔ یعنی وہ ایسی قوم ہے کہ ان کا ہم جلیس بدبخت نہیں ہوتا اور ان کی نیکی اور ہمدردی سے محروم نہیں رہتا۔"

(ملفوظات جلد سوم ص۹۶)

سیرتِ احمدی کا کمال

پنجاب میں طاعون حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق آئی جب لوگ اس مرض کا شکار ہو کر مر رہے تھے تو حضرت مولانا عبد الکریم صاحبؓ سیالکوٹی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو علیحدگی میں دُعا کرتے سُنا اور یہ نظارہ دیکھ کر وہ محوِ حیرت ہو گئے۔ اس بارہ میں حضرت مولوی صاحب مرحوم فرماتے ہیں :-

"اس دعا میں آپؑ کی آواز میں اس قدر درد اور سوزش تھی کہ سننے والے کا پتہ پانی ہوتا تھا اور آپؑ اس طرح آستانۂ الٰہی پر گریہ وزاری کر رہے تھے کہ جیسے کوئی عورت دردِ زہ سے بے قرار ہو۔ میں نے غور سے سنا تو آپ مخلوقِ خدا کے واسطے طاعون کے عذاب سے نجات کے لئے دعا فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ الٰہی! اگر یہ لوگ طاعون سے ہلاک ہو گئے تو تیری عبادت کون کرے گا۔"

(سیرۃ مسیح موعودؑ)

گویا مخالفین کے لئے بھی عذابِ الٰہی سے بچنے اور ان لوگوں کی ہدایت کا کوئی راستہ کھلنے کے لئے آپؑ اپنے خدائے غفور و رحیم کے حضور تڑپ تڑپ کر دعا کر رہے تھے۔ اور یہ ہمدردیٔ خلق کے جذبے کا کمال ہے۔

اسی طرح جب پنڈت لیکھرام جو اسلام اور آپؑ کا شدید مخالف تھا۔ اور اپنی بدزبانیوں کی وجہ سے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی پیشگوئی کے عین مطابق مارا...

"ہمارے دل کی اس وقت عجیب حالت ہے۔ درد بھی ہے اور خوشی بھی۔ درد اس لئے کہ اگر لیکھرام رجوع کرتا اگر زیادہ نہیں تو اتنا ہی کرتا کہ وہ بدزبانیوں سے باز آجاتا تو مجھے اللہ تعالےٰ کی قسم ہے کہ میں اس کے لئے دعا کرتا اور میں امید کرتا ہوں کہ اگر وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا تو زندہ ہو جاتا ... تب بھی زندہ رہتا"

(سراج منیر ص۲۴)

ان واقعات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے مخالفین بلکہ اشد ترین مخالفین سے بھی دلی ہمدردی تھی۔ اور وہ ان کی خیر خواہی اور نجات کے خواہاں رہتے تھے۔ الغرض آپؑ کی ساری زندگی ہی شفقت علی الناس کا ایک پیکر نظر آتی ہے۔ رواداری، ہمدردی اور دلداری آپ کا رات دن کا شیوہ تھا۔ آپؑ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ :-

"ہمارے بڑے اصول دو ہیں۔ اوّل خدا کے ساتھ تعلق صاف رکھنا۔ دوسرے اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا"

پس اخلاق و شمائل و عادات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے کامل بروز و مثیل تھے۔ یہ اس زمانہ کے لوگوں کی خوش قسمتی ہے کہ وہ اس مامورِ ربانی اور مرسلِ یزدانی کی پاکیزہ سیرت و سوانح کا مطالعہ کرکے اس پر ایمان لانے کی سعادت حاصل کریں اور اس سے اپنا محکم تعلق قائم کرکے اپنی زندگی کو دنیا و آخرت میں کامیاب بنائیں

اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ہمارے تمام بھائیوں کو توفیق بخشے کہ وہ حضورؑ کی سیرت کا بنظرِ غائر مطالعہ کرکے اپنے قلوب میں حقیقی پاکیزگی پیدا کر سکیں۔ آمین۔

آخری نور

"مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں۔ اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے۔ کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔"

(کشتی نوح ص۵۶)

کسرِ صلیب کی مہم میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان کامیابی

"عیسائیت بڑی تیزی کے ساتھ تنزل کی طرف جا رہی ہے"

"بیسویں صدی کے لوگ مسیح کو خدا ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں"

عیسائی حلقوں کا اپنا اعتراف

مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر سابق مبلغ بلاد عربیہ

—— (۱) ——

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی المسیح الموعود علیہ السلام کا ایک عظیم کارنامہ عیسائیت کے عزائم پر کاری ضرب ہے۔ یہ ایک تاریخی اور ناقابلِ فراموش حقیقت ہے کہ عیسائیت نے طاقت کے نشہ میں یہ سازش تیار کی تھی کہ ہندوستان افریقہ اور جملہ اسلامی ممالک کو عیسائیت کے حلقہ بگوش کر لیا جائے۔ یورپ کے مختلف ممالک سے پادریوں کو منتخب کر کے ہندوستان میں بھیجا گیا۔ ہندوستان کے متعلق عیسائیت کا منصوبہ یہ تھا کہ اس کو ہر قیمت پر عیسائیت کی آغوش میں لایا جائے۔ اندازیں ہر عیسائی پادری اور گرجا کے پیچھے حکومت کی مشینری کام کر رہی تھی۔ ہندوستان کے گورنروں اور انگریز حکام میں سے مسٹر ایچی سن۔ لارنس۔ منٹگمری۔ میکلوڈ۔ ٹیلر۔ رینل اور رایڈوڈ نے عیسائیت کے استحکام میں بڑا کام کیا ہے۔ ان کی مذہبی سرگرمیوں اور مساعی میں سیاسی مقاصد بھی پنہاں تھے۔ چنانچہ لارڈ لارنس نے بڑے طمطراق سے کہا:-

"کوئی چیز بھی ہماری سلطنت کے استحکام کا اس امر سے زیادہ موجب نہیں ہو سکتی کہ ہم عیسائیت کو ہندوستان میں پھیلا دیں"

(لارنس لائف صفحہ ۳۱۲)

انگلستان کے وزیرِ اعظم لارڈ پامرسٹن نے اعلان کیا:-

"ہمارا مفاد اس امر سے وابستہ ہے کہ ہم عیسائیت کی تبلیغ کو جہاں تک بھی ہو سکے فروغ دیں اور ہندوستان کے کونے کونے میں اس کو پھیلا دیں"

(The Missions)

برطانوی اقتدار کے آغاز میں ہندوستان میں عیسائیوں کو ہر جگہ کامیابی ہو رہی تھی۔ انگریز حکام نے سرزمینِ ہند میں گرجوں کا جال پھیلا دیا۔ اس وقت کے پادری یہ یقین کر چکے تھے کہ اب عیسائیت ساری دنیا میں پھیل جائے گی۔ مسٹر جان ہیروز امریکن مشنری تعلّی آمیز لہجہ میں بیان کرتے ہیں:-

"دنیائے عیسائیت کا عروج آج اس درجہ زندہ حقیقت کی صورت اختیار کر چکا ہے کہ یہ درجہ اسے پہلے کبھی نصیب نہ ہوا تھا۔۔۔۔۔۔۔ برطانوی جرمنی، روسی اور امریکی سلطنتوں کے حکمران اقرار کرتے ہیں کہ وہ یسوع مسیح کے نائبین ہیں اور اسی حیثیت سے اپنی اپنی سلطنتوں میں حکمران ہیں کیا ان سب کے زیرِ نگیں علاقے مل کر ایسی وسیع و عریض سلطنت کی حیثیت نہیں رکھتے کہ جس کے آگے ازمنۂ قدیمہ کی بڑی سے بڑی سلطنت بھی سراسر بے حیثیت نظر آنے لگتی ہے" (بیروز لیکچرز صفحہ ۴۲)

عیسائی پادری اس امر کا یقین کر چکے تھے کہ دنیا کا آیندہ مذہب عیسائیت ہو گا اور خود اسلامی مراکز صلیب کے زیرِ سایہ آجائیں گے۔ یہی پادری ڈاکٹر بیروز اسلامی ممالک میں عیسائیوں کے ناپاک عزائم کا یوں تحدی آمیز انداز میں ذکر کرتا ہے:-

"اب میں اسلامی ممالک میں عیسائیت کی روزافزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار آج ایک طرف لبنان پر ضوافگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کی چمکار سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے یہ صورتِ حال پیش خیمہ ہے اس آنے والے انقلاب کا کہ جب قاہرہ، دمشق اور طہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے۔ حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں بھی پہنچے گی۔ اس وقت خداوند یسوع مسیح اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکہ کے شہر اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوں گے اور بالآخر وہاں اس حق و صداقت کی منادی کی جائے گی کہ ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور یسوع مسیح کو جانیں جسے تو نے بھیجا ہے۔" (ایضاً صفحہ ۴۲)

عیسائیوں کو یہ جرأت بے باکی اس وجہ سے بھی ہوئی کہ مسلمانوں کی طرف سے عیسائیوں میں باقاعدہ تبلیغِ اسلام کے لئے کوئی تنظیم اور قابلِ ذکر لٹریچر موجود نہ تھا اور دوسری طرف بعض زعماء کو اپنے سیاسی اقتدار کے فقدان کا خوف تھا۔ مسیحی پروپیگنڈا اس قدر عروج پر تھا کہ پادری عماد الدین جیسے شخص نے تحریر کیا:-

"محمدی مذہب کے لئے اگرچہ ایک صورت تو ہے مگر اس میں جان ہرگز نہیں اس لئے وہ ایک مُردہ دلیل ہے یا ایک پتلا ہے جو آدمی نے بڑی کاریگری سے بنایا مگر اس میں جان نہ ڈال سکا۔"

(تعلیم محمدی صفحہ ۳۵ مطبوعہ ۱۸۸۰ء)

—— (۲) ——

عیسائیوں کی طرف سے باقاعدہ ایک منصوبے کے تحت اس عقیدہ کی اشاعت کی جاتی کہ ہمارا یسوع مسیح دنیا کا منجی ہے۔ مسیحی مذہب کی بنیاد دو باتوں پر ہے (۱) الوہیتِ مسیح (۲) مسیح تمام گنہگاروں کے گناہوں کو اپنے سر پر اٹھا کر مصلوب ہوا۔ اور جو اس واقعہ پر ایمان لائے گا وہ گناہوں کی سزا سے کلیتہً نجات پا جائے گا۔ مشہور امریکی پادری ڈاکٹر زویمر جو عرصہ دراز تک قاہرہ میں مقیم رہے ہیں وہ تحریر کرتے ہیں:-

"كَيْفَ يَتَبَرَّءُ الْإِنْسَانُ عِنْدَ اللّٰهِ؟ وَالْجَوَابُ بِوَاسِطَةِ مَوْتِ الْمَسِيحِ الْكَفَّارِيِّ فَقَطْ لَيْسَ مِنْ طَرِيقٍ آخَرَ وَلَا مِنْ إِنْجِيلٍ آخَرَ فَإِذَا كَانَ إِيمَانُنَا هٰذَا خَطَأً كَانَتْ مَسِيحِيَّتُنَا بِجُمْلَتِهَا بَاطِلَةً"

(السِّرُّ الْعَجِيبُ فِي نَحْرِ الصَّلِيبِ مطبوعہ مصر صفحہ ۴)

یعنی انسان خدا کے ہاں کس طرح گناہوں سے بری ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صرف مسیح کے کفّارہ یعنی صلیبی موت کے عقیدہ کے ذریعہ سے کسی اور واسطہ سے ہرگز نہیں۔ اور نہ کسی اور انجیل سے۔ اگر ہمارا یہ ایمان غلط ثابت ہو جائے تو پھر ہماری ساری مسیحیت ہی باطل اور لغو ثابت ہو جائے گی

—— (۳) ——

مؤسّسِ احمدیت حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے عیسائیوں کی اس عمارت پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ عیسائیت کی یہ عمارت پیوندِ خاک ہو گئی۔ آپ نے اپنی مختلف کتب میں عیسائی عقاید کا تجزیہ کرتے ہوئے ان کے اس عقیدہ کو باطل ثابت کیا۔ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کس شوکت سے اعلان فرماتے ہیں:-

"اے میرے دوستو! اب میری ایک آخری وصیّت کو سنو اور ایک راز کی بات کہتا ہوں اس کو خوب یاد رکھو کہ تم اپنے تمام مناظرات کا جو عیسائیوں سے تمہیں پیش آتے ہیں پہلو بدل لو۔ اور عیسائیوں پر یہ ثابت کر دو کہ درحقیقت مسیح ابنِ مریم ہمیشہ کیلئے فوت ہو چکا ہے۔ یہی ایک بحث ہے جس میں فتح یاب ہونے کے بعد تم عیسائی مذہب کی روئے زمین سے صف لپیٹ دو گے۔۔۔۔۔۔ ان کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ ہے کہ اب تک مسیح ابنِ مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے۔ اس ستون کو پاش پاش کرو پھر نظر اٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا میں کہاں ہے چونکہ خدا تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ اس ستون کو ریزہ ریزہ کرے اور یورپ اور ایشیا میں توحید کی ہوا چلا دے اس لئے اُس نے مجھے بھیجا"

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۲)

حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح کی خبر دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ کہ اس کے کارہائے نمایاں میں سے ایک اہم کام کسرِ صلیب بھی ہو گا چنانچہ حضرت بانیٔ احمدیت نے عیسائیت کے خلاف اس قسم کا کامیاب اور مؤثر لٹریچر تیار کیا کہ عیسائیت اب علمی لحاظ سے اپنے سر کو بلند نہیں کر سکتی کیونکہ عیسائی عقاید اور نظریات کی بیخ کنی کے لئے بنیادی اور ٹھوس لٹریچر آپ نے مہیا فرمایا۔ آج بانیٔ احمدیت کی اتباع میں اور آپ کے ارشاد کی تعمیل میں فرزندانِ احمدیت نے عیسائیت کے خلاف اتنا کامیاب، پُر اثر اور عظیم الشان مضبوط محاذ قائم کیا ہے کہ قصرِ عیسائیت میں زلزلہ آگیا ہے۔ ان کا

اپنا اعتراف ہے کہ ہم ہر روز تنزل کی طرف جا رہے ہیں

اسلام کی کامیاب مدافعت اور فرزندانِ احمدیت کی اکنافِ عالم میں تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں آج عیسائی کھلے الفاظ میں یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ

Christianity is going down the hill very fast.

چرچ کے لئے اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں کہ عیسائیت بڑی تیزی کے ساتھ تنزل کی طرف جا رہی ہے۔"

(ٹانگانیکا سٹینڈرڈ ۲۳ نومبر ۱۹۶۱ء)

حضرت بانی احمدیت نے بطور پیشگوئی کے فرمایا تھا:-

"یاد رکھو کہ جھوٹی خدائی یسوع کی جلد ختم ہونے والی ہے۔"

چنانچہ آج عیسائی الوہیتِ مسیح کے عقیدہ سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں چنانچہ مسٹر ایڈورن لوئیس جو امریکہ میں ایک مذہبی ادارہ کے پروفیسر ہیں اپنی کتاب A manual of christian beliefs میں تحریر کرتے ہیں

"بیسویں صدی کے لوگ مسیح کو خدا ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں"

افریقہ کے براعظم کے متعلق عیسائیوں کو یہ یقین تھا کہ اس کو بڑی آسانی سے عیسائی بنا لیا جائے گا۔ چنانچہ Islam in Africa میں مسٹر A. C. Atterbury لکھتے ہیں کہ:-

Islam in Africa will become paratively easy for christianity.

یعنی افریقہ میں اسلام کو نابود کرنے کا کام عیسائیت کے لئے آسان تر ہو گا۔

لیکن آج افریقہ میں اسلامی تبلیغی مساعی کے نتیجہ اور فرزندانِ احمدیت کی کامیاب جد و جہد نے صورتِ حال بالکل تبدیل کر دی ہے۔ اور عیسائیت کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکا چنانچہ برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی کے جنرل سیکرٹری مسٹر ڈالنسن نے کہا

"یہ بات عین ممکن ہے کہ مستقبل قریب اسلام افریقہ کے ایک عوامی مذہب کی حیثیت سے عیسائیت کو شکست دے کر اس کی جگہ لے لے"

"دنیا کی آبادی دس لاکھ نفوس فی ہفتہ کے حساب سے بڑھ رہی ہے لیکن چرچ دنیا کی روحوں کو جیتنے اور انہیں عیسائیت کا گرویدہ بنانے کی جد و جہد میں ناکام ہوتا جا رہا ہے"

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ عظیم کارنامہ ہے کہ آپ نے عیسائیت کی سازش کو ناکام بنا دیا۔

سیرتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک گوشہ

از مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے مولف اصحابِ احمد قادیان

از فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم !
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا ست

حضرت صاحبِ خلقِ عظیم صلے اللہ علیہ وسلم کے نائب و مثیل جری اللہ فی حلل الانبیاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ کے بحرِ بیکراں کا کوئی گوشہ بھی مکمل طور پر بیان کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ آپ کی سیرۃ کا ہر پہلو نہایت دلکش، از حد دلربا، اور بہت ہی جاذبِ نظر، دلفریب اور ایمان زا، اور عرفان افزا ہے۔ میں اس وقت صرف ایک امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں

اے صاحبان! جو جماعتِ احمدیہ میں داخل نہیں اللہ تعالے آپ کے قلوب پر بھی جلوہ گر ہو اور راہِ ہدایت دکھائے۔ اور آپ کے دلوں کی آنکھوں کے پردے دور کرے۔ اور اس نور کو دیکھنے اور قبول کرنے کی توفیق عطا کرے جسے اللہ تعالے نے اس زمانہ کی روحانی، اخلاقی، اقتصادی، مجلسی غرضیکہ ہر قسم کی تاریکیوں کو اُجالے میں انقلابی رنگ میں تبدیل کر دینے کے لئے ظاہر کیا ہے اور آپ صاحبان میں راہِ ہدایت کے حصول کی سچی تڑپ پیدا کرے اور عذابِ الیم سے بچائے۔ اور خدائے قدوس و علیم کی بارگاہ میں باریاب ہونے کا موقع عطا کرے۔ آمین !!

دو گروہ ہیں۔ ایک، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ پر ایمان لانے والے اور ایک آپ کے مخالف۔ بقول حضرت عیسیٰ علیہ السلام درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ حنظل کو آم کا شیریں اور آم کو حنظل کا کڑوا پھل نہیں لگ سکتا۔ اگر حضورؑ کی سیرت عند اللہ "مرضیاً" نہ تھی تو حضورؑ اور حضورؑ کی اولاد اور وابستگان سے شیریں پھل کیسے پیدا ہوئے کہ خود اسلام سے نا وابستہ افراد اقراری ہیں اور مسلم مخالفین بھی کہ اس زمانہ میں دفاعِ اسلام، اشاعتِ مسیحیت کا انسداد، تعمیرِ مساجد، تراجم قرآن مجید، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ میں تبلیغِ اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کا کام صرف یہی جماعت کر رہی ہے۔ دین کے لئے جانی، مالی، اور لسانی اور اولاد کی قربانی کا ایک عظیم والہانہ بے مثال جذبہ جماعت احمدیہ میں پیدا ہو چکا ہے جسے دیکھ کر دشمن تک انگشت بدنداں ہوتے ہیں کہ ہر چھوٹے بڑے اور امیر و غریب میں یہ جذبہ کیونکر کارفرما ہوا۔ حضور علیہ السلام۔ حضور کی صلبی اولاد۔ ان کی اولاد اور پھر آگے ان کی اولاد کی دین کے لئے مساعی اور خدمات ایک کھلا ہوا ورق ہے۔ مالی قربانیوں کا ایک سیلاب ہے جو ہر لحظہ بہ جوش و خروش رواں دواں ہے اور پھر حیرت افزا رنگ میں روز افزوں ہے یہ ہے شیریں پھل امام الزمان مسیح دوراں علیہ السلام کا جو

تُؤْتِیْٓ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا

کا مصداق ہے۔ تبلیغی مشنوں کا ایک جال ہے، جو تمام ممالک میں بُنا جا رہا ہے اور اسی اُدھیڑ بن، لگن اور دھن میں جماعت احمدیہ شب و روز مصروف ہے۔ اور اس زمانہ میں اسلام پر وارد بے کسی اور بے بسی اور اس پر اغیار کی یلغار اور اس کے نام لیواؤں کی خلفشار اور حالتِ زار و نزار نے جماعتِ احمدیہ کے قلوب میں ایک جذبۂ انتقام و انتصار پیدا کر رکھا ہے۔ اور وہ ہر وقت دلفگار ہیں آستانۂ خدائے غفار و ستار کی درگاہ میں ان کی آنکھیں اشکبار ہیں

یہ جذبہ اور کسی مسلم طبقہ میں موجود نہیں دیگر مسلم طبقات کے قائدین ہر وقت کفِ افسوس ملتے ہیں کہ ان کی زبانوں اور قلم میں وہ تاثیر نہیں کہ اپنے افراد میں خدمتِ دین اور خدمتِ خلق اور اشاعتِ اسلام کا جذبہ پیدا کر سکیں۔ شادی، بیاہ، سینما بینی اور لغویات پر تو لاکھوں روپے اڑیں گے لیکن امورِ خیر کے لئے ان کے ہاتھ مغلول ہیں۔ گویا یہ کام عند اللہ غیر مقبول ہیں اس لئے ان پر روپیہ صرف کرنا لغو اور فضول ہے۔

اے صاحبان! آپ نے حضور علیہ السلام کے شیریں پھلوں کو دیکھا۔ آئیے اب ان احباب کو دیکھیں جنہوں نے حضور علیہ السلام پر کفر کے فتاوے دیئے۔ حضور اور جماعت پر قافیہ تنگ کر دیا۔ کیا اُن کو، ان کی نسلوں کو اور ان کے رُفقاء کو بھی اعلائے کلمۃ اللہ اور اشاعتِ اسلام کی ایسی ہی یا اس کا ہزارواں حصہ بھی توفیق مل رہی ہے۔ اوّل المکفرین سید نذیر حسین دہلوی (جو محدث کہلاتے تھے) اور ان کے شاگرد اور تکفیر میں دستِ راست مولوی محمد حسین بٹالوی۔ مولوی غلام علی قصوری۔ مولوی عبد الحق غزنوی۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری۔ رسل بابا۔ چراغ دین جموں۔ سید عطاء اللہ بخاری۔ مولوی ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار۔ مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور ہزاروں دیگر ایسے افراد اور ان کی نسل اور ان سے وابستگان کو دیکھ لیجئے اللہ تعالے ظالم نہیں کسی کا طرفدار اور جنبہ دار نہیں وہ فریقین کے جذبات اور خیالات اور افکار سے واقف کار ہے۔ ہر ایک سے منصفانہ سلوک کرتا ہے۔ جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ فریقین کے اعمال و نیات کو جو پھل لگ رہے ہیں، ان کی شناخت میں غلطی نہیں ہو سکتی۔ خدمتِ اسلام و قرآن کو کڑوے پھل نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اور نہ ان نیک کاموں کی توفیق نہ پانے کو شیریں پھل قرار دیا جا سکتا ہے کیا آپ شیریں پھل کے درخت کو جو خود اللہ تعالے کا اگایا ہوا ہے قبول نہ کریں گے ؟

اللہ تعالے آپ کو توفیق دے اور آپ بھی اس جماعت میں شامل ہو جائیں جو خدمتِ اسلام پر کمربستہ ہے اور جس کے بانی علیہ السلام نے اسلام کی مصیبت اور بیچارگی کا نقشہ پُر درد الفاظ میں کھینچتے ہوئے فرمایا ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

شانِ اسلام

اسلام سے نہ بھاگو راہِ ہُدیٰ یہی ہے
اے سونے والو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے
مجھ کو قسم خدا کی جس نے ہمیں بنایا
اب آسماں کے نیچے دینِ خدا یہی ہے

(منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

موجودہ یُگ میں حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے ذریعہ دھرم کی ستھاپنا

از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن دہلی

دنیا میں جب بھی اندھکار پھیلا ظلمت چھائی گناہوں کی کثرت ہوئی تب ہی پرماتما نے اپنی جنتا اور مخلوق پر رحم کھا کر ہادی، رہنما اور اوتار بھیجے۔

شری دید ویاس جی نے فرمایا ہے:-

"جب جب دھرم کا ناش اور ادھرم کی زیادتی ہوتی ہے تب تب بھگوان پرگٹ ہوتے ہیں۔ سنسار میں جب پاپوں کی زیادتی ہوتی ہے تو ان پاپوں کو دور کرنے کے لئے بھگوان اوتار دھارن کرتے ہیں۔"

گیتا میں شری کرشن جی مہاراج فرماتے ہیں:-

"جب جب بھی دھرم کو زوال اور بے دینی کو ترقی ہوتی ہے تب تب میں اوتار لیتا ہوں۔ نیکوں کی رکشا دُشٹوں کے ناش اور دھرم کے قیام کے لئے میں ظاہر ہوتا ہوں"

آج دنیا میں پاپوں کی جس قدر کثرت اور خدا سے جس رنگ میں دوری ہو رہی ہے اس کی نظیر پہلے زمانہ میں ملنی مشکل ہے۔ اس لئے یہ زمانہ بھی ایک آسمانی ہادی اور ایشوری اوتار کا محتاج تھا اور ضروری تھا کہ رحمتِ خداوندی جوش میں آتی اور دھرم کی بحالی، بدیوں کی بربادی اور نیکیوں کے قیام کے لئے ایک مہان وبھُوتی دنیا میں ظاہر ہوتا۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی موجودہ یُگ میں ظاہر ہونے والی ایک برگزیدہ شخصیت ہیں۔ جنہوں نے مذہبی دنیا میں ایک بہت بڑا انقلاب پیا کیا۔ اور اعلان کیا کہ میں اس زمانہ میں مسلمانوں اور عیسائیوں کی اصلاح کے لئے مسیح موعود اور اہلِ ہنود کی اصلاح کے لئے گیتا میں بیان کردہ وعدہ کے مطابق اوتار بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور ان گناہوں کے دور کرنے کے لئے آیا ہوں جن سے زمین پُر ہو گئی ہے۔

دھرم کی ستھاپنا اور اصلاحِ خلق

اوپر لکھے ہوئے گیتا کے شلوک میں اللہ کے مامور اور پرماتما کے اوتار کے دو اہم کام بتائے گئے ہیں۔ دھرم کی ستھاپنا۔ اور اصلاحِ خلق۔ گیتا کے اس شلوک کی روشنی میں آج اختصار سے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس زمانہ میں دھرم کی ستھاپنا۔ اصلاحِ خلق اور تزکیۂ نفوس کے لئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام نے کیا صورت اختیار کی۔

دھرم کا سب سے بڑا سدھانت اپنی آتما کو پوتر کر کے پرماتما کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرنا ہے۔ چونکہ اوتار کی آمد کے وقت دُنیا خدا سے دور ہوتی ہے اس لئے اصلاحِ خلق کے لئے آنے والا انسان سب سے پہلے اپنا تعلق خدا کے ساتھ قائم کرتا ہے اور اس تعلق میں زیادہ سے زیادہ وہ فنا فی اللہ کے مقام تک پہنچتا ہے۔ اس مقام پر پہونچ کر اس کا اپنا کچھ نہیں رہتا۔ نہ نفس۔ نہ نفس کی لذت۔ نہ نفس کا آرام۔ نہ کسی غیر اللہ کا سہارا۔ نہ کسی سے امید نہ خوف۔ اس کی تمام امیدوں کا مرجع صرف اور صرف خدا ہوتا ہے وہ اپنی ساری امیدیں اور ساری محبت اسی خدا کے ساتھ وابستہ کر دیتا ہے گویا وہ اپنے وجود کی اور ہر غیر اللہ کی اس کے مقابلہ میں نفی کر دیتا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جس پر پہنچنے کی وجہ سے لوگ غلطی سے اس مامور یا اوتار کو بھگوان اور خدا کہنے لگتے ہیں یا اس کی طرف خدائی کا دعوےٰ منسوب کر دیتے ہیں

گیتا کے ۱۲ ویں ادھیائے میں لکھا ہے:-

"مُورکھ لوگ میرے اُتّم (یعنی جس سے اُتم اور اعلیٰ کچھ نہیں) اوناشی (جس کا ناش نہیں) اور اجنما (جس کا جنم نہیں) ہونے کو نہیں مانتے اور حقیقت کو نہ سمجھ کر مجھے جنم دھارن کرنے والا مانتے ہیں۔ میں اپنی یوگ مایا سے چھپا ہوا ہوں۔ میں سب کے سامنے نہیں ہوتا ہوں۔ اس لئے مورکھ لوگ مجھ جنم سے خالی اور ناش نہ ہونے والے پرماتما کو نہیں جان سکتے۔"

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے بھی خدا تعالےٰ کے ساتھ اپنا مضبوط تعلق قائم کیا۔ اور فنا فی اللہ کا مقام حاصل کیا۔ اس مقام کی حقیقت پر آپؑ کا ایک کشف بڑی وضاحت سے روشنی ڈالتا ہے۔ اس کشف کے بارہ میں بعض لوگوں نے نادانی سے یہ اعتراض کیا ہے کہ مرزا صاحبؑ نے نعوذ باللہ خدائی کا دعوےٰ کیا ہے۔ حالانکہ اس کشف کے الفاظ بتاتے ہیں کہ آپ نے اس میں قربِ الٰہی کے اس مرتبہ کا اظہار کیا ہے جو اس زمانہ میں آپؑ کو ملا۔ اور یہ وہی مقام ہے جو پرماتما کی طرف سے آنے والے اوتاروں اور خدا کے ماموروں کو حاصل ہوتا ہے۔

حضور کا وہ کشف یہ ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:-

"میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں اور میرا اپنا کوئی ارادہ اور کوئی خیال اور عمل نہیں رہا۔ اور میں ایک سوراخ دار برتن کی طرح ہو گیا ہوں یا اس شے کی طرح جسے دوسری شے نے اپنی بغل میں دبا لیا ہو اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کر لیا ہو۔ یہاں تک کہ اس کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہ گیا ہو۔ اسی اثنا میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالےٰ کی روح مجھ پر محیط ہو گئی اور میرے جسم پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کر لیا۔ یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضا اس کے اعضاء اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اس کے کان اور میری زبان اس کی زبان بن گئی۔ میرے رب نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں اس میں محو ہو گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس کی قدرت اور قوت مجھ میں جوش مارتی ہے۔ اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے۔ حضرتِ عزت کے خیمے میرے چاروں طرف لگائے گئے اور سلطانِ جبروت نے میرے نفس کو پیس ڈالا۔ سو نہ تو میں ہی رہا اور نہ میری کوئی تمنا باقی رہی۔ میری اپنی عمارت گر گئی اور رب العالمین کی عمارت نظر آنے لگی۔ اور الوہیت بڑے زور کے ساتھ مجھ پر غالب ہوئی اور میں سر کے بالوں سے ناخن پا تک اس کی طرف کھینچا گیا۔ پھر میں ہمہ مغز ہو گیا جس میں کوئی پوست نہ تھا۔ اور ایسا تیل بن گیا جس میں کوئی میل نہ تھا۔ اور مجھ میں اور میرے نفس میں جدائی ڈال دی گئی۔ پس میں اُس شے کی طرح ہو گیا جس میں کچھ نظر نہیں آتی یا اس قطرے کی طرح جو دریا میں جا ملے اور دریا کو اپنی چادر کے نیچے چھپا لے۔ اس حالت میں میں نہیں جانتا کہ میں کیا تھا اور میرا وجود کیا تھا۔ الوہیت میرے رگوں اور پٹھوں میں سرایت کر گئی اور میں بالکل اپنے آپ سے کھویا گیا اور اللہ تعالےٰ نے میرے سب اعضاء اپنے کام میں لگائے اور اس زور سے اپنے قبضہ میں کر لیا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں چنانچہ اس کی گرفت سے میں بالکل معدوم ہو گیا۔ اور میں اس وقت یقین کرتا تھا کہ میرے اعضاء میرے نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کے اعضاء ہیں۔ اور میں خیال کرتا تھا کہ میں اپنے سارے وجود سے معدوم اور اپنی ہویت سے قطعاً نکل چکا ہوں۔ اب کوئی شریک اور منازع روکنے والا نہیں رہا۔ خدا تعالےٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا۔ اور میرا غضب اور حلم اور تلخی اور شیرینی اور حرکت اور سکون سب اسی کا ہو گیا اور اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں"

(تذکرہ صفحہ ۱۹۵ ایڈیشن دوم)

فنا فی اللہ کے اس مقام کو حاصل کرنے کے بعد آپؑ اصلاحِ خلق کے کام کی طرف متوجہ ہوئے اور دیگر لوگوں کا بھی خدا تعالےٰ سے تعلق قائم کرنے کے لئے ایک روحانی نظام کی بنیاد رکھی۔ مارچ ۱۸۸۹ء میں آپؑ نے اس روحانی نظام کے متعلق ایک اشتہار جاری فرمایا:-

"یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت اور نتائج خیر کا موجب ہو۔"

(اشتہار ۴ مارچ ۱۸۸۹ء)

حضورؑ نے اس اشتہار میں [illegible] بھی بالتفصیل بیان کئے جن پر عمل کرکے انسان اپنے اندر پاکیزگی، پرہیزگاری اور خدا ترسی کے اوصاف پیدا کر سکتا ہے۔

نیک فطرت لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور سعید روحانیں آپ کے گرد جمع ہو گئیں۔ اور حضورؑ کی قوتِ قدسیہ اور فیضِ صحبت کے نتیجہ میں پاکیزگی، پرہیزگاری، تقویٰ، توکل، قناعت اور خدا ترسی [illegible] ایک جماعت قائم ہو [illegible] لوگوں کو [illegible]

"اِن پیشگوئیوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو"

"یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا" (حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

از مکرم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

جی چاہتا ہے کہ کئی لاکھ صندوق تیار کرواؤں اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام پیشگوئیوں کو یکجائی طور پر ایک جلد میں طبع کرا کر ان صندوقوں میں محفوظ کر کے دنیا کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی جماعت احمدیہ کے ہر فرد کے گھر میں ایک ایک صندوق پہنچا دوں اور درخواست کروں کہ آپ روزانہ نہیں، تو وقتاً فوقتاً اپنی اولادوں کو اس صندوق میں محفوظ پیشگوئیوں کے متعلق آگاہ کرتے رہیں کہ فلاں فلاں عظیم الشان پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔ فلاں فلاں پوری ہو رہی ہیں اور فلاں فلاں اپنے اپنے وقت پر پوری ہوں گی۔ اور انشاء اللہ ضرور پوری ہوں گی

پھر یہ بھی جی چاہتا ہے کہ ایک ایک صندوق ان تمام مخالفین و معاندین احمدیت کے گھروں میں بھی پہنچا دوں جو بعض اوقات کہہ دیا کرتے ہیں کہ فلاں پیشگوئی تو بعد میں گھڑ لی گئی تھی۔ تعصب و عداوت کی آندھیاں جن لوگوں کی عقلوں کے چراغ گل کر دیتی ہیں وہ اسی قسم کے اعتراضات کیا کرتے ہیں۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ تاریخ انبیا کا یہ ایک مستقل باب ہے۔ ہر نبی کے زمانہ میں مخالفین کی یہ نفرت جامہ انسانیت کو تار تار کر کے ظاہر ہوتی رہی ہے اور وہ ہمیشہ نصف النہار کے وقت نور اور روشنی بکھیرتے ہوئے نیر تاباں کو مشاہدہ اور محسوس کرنے کے باوجود اپنی شپرہ چشمی کا ثبوت دیتے ہوئے "شب دیجور" ہی کہتے رہے

جو پیشگوئی میں نیچے نقل کرنے چلا ہوں اسی پیشگوئی کو تحریر فرماتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ الفاظ رقم فرمائے ہیں جو زیب عنوان ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی پیشگوئی جو مصفا غیب کی خبروں پر مشتمل ہے بجائے خود بےحد پرشوکت ہے لیکن جس برگزیدہ انسان کے منہ سے کہلوائی گئی اس کے یقین کامل کا اندازہ کون لگا سکتا ہے جو اسے اللہ تعالےٰ کے ان عظیم الشان وعدوں پر تھا جو متواتر سالہا سال تک اسے ملتے رہے اور ایمان و ایقان کے طارم اعلےٰ پر بٹھاتے رہے۔ یہ پیشگوئی ۱۹۰۶ء کی ہے

یہ وہ زمانہ تھا جب جماعت احمدیہ کی تعداد بھی بہت کم تھی۔ اور بے سروسامانی کا زمانہ تھا۔ جماعت کی اس زمانہ کی حالت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۰۶ء کے جلسہ سالانہ پر حاضرین کی کل تعداد صرف ۱½ ہزار تھی۔ اور ہندوستان بھر کے غیر احمدی علماء نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضورؑ کی جماعت کے خلاف ایک مشترکہ محاذ قائم کر رکھا تھا ان علماء میں مشہور زمانہ علمی درگاہوں کے فارغ التحصیل بھی تھے۔ اور صدیوں سے نسلاً در نسلاً چلی آنے والی گدیوں کے پیر اور سجادہ نشین بھی تھے۔ ان میں بڑے بڑے لسان و لیکچرر بھی تھے اور دلوں کو گرما دینے والے شعلہ بیان مقرر بھی تھے۔ ان کی ساری شعلہ بیانیاں۔ ان کی ساری لسانی طاقتیں اور ان کا سارا علم و فضل احمدیت کی مخالفت کے لئے وقف تھا۔ ہر کہیں احمدیوں کا مکمل بائیکاٹ ہو رہا تھا۔ ہر جگہ مسجدوں کے دروازے ان پر بند تھے اور ہر مقام پر زندگی کے بنیادی حقوق ان سے چھینے گئے تھے اور ہمارے غیر احمدی بھائیوں نے ہمارے لئے ایک قسم کا قانون بنا دیا تھا کہ

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

اور اس کے ساتھ ہی مخالفین احمدیت کے تعلّی آمیز نعرے تھے کہ وہ احمدیت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں گے۔ اور بحالات ظاہر ان کے دعووں میں بڑا وزن تھا کیونکہ وہ کروڑوں تھے اور احمدی بہت چند۔ اور وہ بھی غریب۔ نادار اور بے یار و مددگار۔ ! گویا جہاں تک ظاہری حالات کا تعلق تھا جماعت احمدیہ کے لئے پنپنے کی ساری راہیں مسدود تھیں۔

اسی ناسازگار زمانہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے یہ پیشگوئی فرمائی کہ:-

"خدا نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں ترقی کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو۔ اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا"

(تذکرہ صفحہ ۵۹۷)

کتنی پرشوکت ہے یہ پیشگوئی اور کتنے پرشوکت اور یقین سے بھرے ہوئے ہیں پیشگوئی کرنے والے کے یہ الفاظ! اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر کتنا محکم اور مضبوط ایمان ہے جو بڑی بلند آہنگی سے مخالفین اور موافقین کو دعوت غور و فکر دے رہا ہے

میں اپنے سمند تصور کی باگیں، جب ۶۴ سال قبل کے ماضی کی طرف موڑتا ہوں تو ایک حیرت میں گم ہو جاتا ہوں۔ اور سحر زدگی کے سے عالم میں سوچتا ہوں کہ کتنے دل گردے کے لوگ ہوں گے وہ، جنہوں نے اس زمانہ میں احمدیت کو قبول کیا جب ہر طرف احمدیوں پر عرصۂ حیات تنگ تھا۔ جب احمدیت ناقابل معافی جرم تھا۔ جب احمدی ہونے کا مطلب یہ تھا کہ اپنے آپ کو بے پناہ مصائب میں ڈال دینا اور خود کو نہنگ اجل کے کچل دینے والے جبڑوں میں پھینک دینا۔ اللہ تعالےٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں ان لوگوں پر جنہوں نے اس پرآشوب دور میں احمدیت کا جوا اپنی گردنوں پر رکھا اور اغیار و اعداء کے زہر آلود تیر اپنے سینوں پر سہہ کر اپنے خون سے احمدیت کی بنیادوں کو استوار کیا۔

آپ احمدیت کے اس زمانے کو صدر اسلام کے اس زمانے سے تشبیہ دے سکتے ہیں جب مدینہ منورہ میں کچے فرش کی ایک چھوٹی سی مسجد میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہؓ بیٹھے تھے ان کے جسموں پر بوسیدہ اور تار تار نامکمل سا لباس تھا مسجد کی چھت کھجور کے پتوں کی تھی جس میں سے بارش کا پانی چھن چھن کر کچے فرش پر جابجا گڑھے بن گئے تھے۔ اسی نم آلود فرش پر زمانے بھر کے ستائے ہوئے چند مفلوک الحال صحابہؓ بیٹھے تھے۔ اور اسی زمانہ کی دو عظیم الشان، وسیع اور مضبوط مملکتوں یعنی قیصر و کسریٰ کی حکومتوں سے نبرد آزما ہونے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ اور زیر غور مسئلہ یہ تھا کہ جب اسلام ان ممالک پر غالب آ جائے گا تو وہاں انتظام و انصرام کی صورت کیا ہوگی۔ !! حالت تو یہ تھی کہ رہنے کو کوئی ملجا اور ٹھکانہ نہ تھا۔ تن پر لباس نہ تھا اور نان شبینہ کا بھی انتظام نہ تھا اور مسائل زیر غور تھے جہانبانی کے۔ ! اس زمانہ کے لوگ جو سرفروشان اسلام کو کائنات کی کم ترین مخلوق سمجھتے تھے اگر انہیں اس امر کا علم ہوا ہوگا کہ وہ انگلیوں پر شمار ہو سکنے والے چند مفلوک الحال اور بھوک سے نڈھال صحابہ قیصر و کسریٰ کے مقابل پر آنے کی سکیمیں بنا رہے ہیں تو وہ یقیناً استہزائیہ رنگ میں ان پر ہنسے ہوں گے۔ اور انہوں نے کہا ہوگا کہ نان جویں تو میسر نہیں ہے لیکن منصوبے بنائے جا رہے ہیں دنیا بھر کے ممالک میں نظام اسلام کی ترویج کے !!

حق کا مخالف تو ہمیشہ خدا کے نبیوں سے بھی خندۂ استہزا سے ہی پیش آتا رہا ہے لہٰذا مجھے اس سے غرض نہیں کہ مدینہ کے مخالفین اسلام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فدائیوں پر پھبتیاں کسی ہوں گی۔ مجھے تو ان فرزندان اسلام کے بےمثال کردار کا ذکر کرنا ہے جو اسباب و وسائل سے یکسر تہی ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالےٰ کے وعدوں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے پر اس قدر پختہ یقین اور ایمان رکھتے تھے کہ اس کی مثال ناپید ہے

اور آج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بروز، ظل اور غلام کی جماعت کو دیکھ لیجئے کہ اپنے روز اول سے اب تک ہر جگہ اغیار و اعدا کے تیروں کی زد میں ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کے ان عظیم الشان وعدوں پر کس قدر پختہ یقین رکھتی ہے۔ لوگ یقیناً کہتے ہوں گے کہ عجیب دیوانوں کی جماعت ہے یہ، کہ ہر مقام پر اپنی قلت تعداد کی وجہ سے ہدف طعنہ ہائے اغیار ہے (باقی صفحہ ۲۱ پر)

اسلام کا بطلِ جلیل ——— حضرت مسیح موعود علیہ السلام

از مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

کائناتِ عالم کا تصور جس طرح سورج کے بغیر ایک موہوم اور ناممکن چیز ہے اسی طرح روحانی کائنات کا تصور حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے بغیر ایک امرِ محال ہے۔ اسی لئے حدیث قدسی میں آیا ہے کہ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مقدس کی پیدائش مقصود نہ ہوتی تو خدائے تعالےٰ اس جہان کو بھی پیدا نہ کرتا۔ اور یہ انوارِ محمدی ہی کی برکات ہیں کہ عرب کے بادیہ نشین اور خانہ بدوش، جہالت و گمراہی میں ڈوبے ہوئے، تہذیب و تمدن اور اخلاقِ فاضلہ سے بے بہرہ لوگ جب دامنِ رسول اللہ صلعم سے وابستہ ہو گئے، جب اسلام کے حبل اللہ کو انہوں نے مضبوطی سے تھام لیا تو انہی بادیہ نشینوں نے دنیا میں تہذیبی و تمدنی، علمی اور فنی، اخلاقی اور روحانی ہر قسم کا انقلاب برپا کر دیا۔ حتیٰ کہ یورپ کو بھی جسے آج اپنے علم و فن پر بڑا ناز ہے جہالت کی تاریکیوں سے باہر نکالا۔ چنانچہ پروفیسر رینالڈس نکلسن لکھتے ہیں :-

"مسلمانوں نے مختلف شعبہ ہائے
علم میں قیمتی اضافے کئے لیکن ان
کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ
انہوں نے بڑی فیاضی سے یورپ کو
اپنے علوم و فنون سکھائے"
(لٹریری ہسٹری آف دی عربس ص۳۵۹)

دورِ انحطاط

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی ترقی سے متعلق جس طرح پیشگوئیاں فرمائی تھیں اسی طرح اسلام اور مسلمانوں کے دورِ تنزل کا نقشہ بھی نہایت ہی تفصیل کے ساتھ احادیث میں بیان فرما دیا ہے اور اسی کے مطابق آج مسلمانوں پر انحطاط غالب ہے اور یہ کوئی مخفی بات نہیں بلکہ اس کو خود مسلم علماء و مفکرین نے محسوس کر کے اقرار کیا اور کرتے چلے جا رہے ہیں۔ چنانچہ مولانا الطاف حسین حالی نے کہا ؎

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

علامہ اقبال مسلمانوں کی زبوں حالی کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں ؎

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

نیز لکھا ؎

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا اِلٰہ اِلّا اللہ

یہ اسلام کے لئے ایسا نازک دور تھا جبکہ ایک طرف خود مسلمان انتہائی پستی کی حالت میں تھے اور دوسری طرف اسلام پر چاروں طرف سے حملے کئے جا رہے تھے کہ کسی طرح اس دین کو نابود کر دیا جائے۔ اس وقت کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یوں کھینچا ہے ؎

بیکسے شد دینِ احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمد کار نیست
ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

بعثتِ مسیح موعود

ایسے نازک اور مایوس کن دور میں اللہ تعالےٰ کی رحمت اسی کے وعدوں کے مطابق جوش میں آئی اور دینِ اسلام کی تائید و نصرت اور محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقی شان و مرتبہ کے اظہار کے لئے خدا تعالےٰ نے قادیان کی چھوٹی سی بستی سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام کو ۱۲۹۰ھ ہجری میں شرفِ مکالمہ و مخاطبہ سے نوازا اور آپ نے اذنِ الٰہی سے چودھویں صدی کے آغاز یعنی ۱۳۰۷ھ ہجری میں مسیح موعود و مہدی معہود ہونے کا دعوےٰ فرمایا۔ اور فرمایا ؎

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

نیز فرمایا :-

"میں اپنے دعویٰ کی نسبت اس قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں عین ضرورت کے وقت خدا تعالےٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں جبکہ اس زمانے میں بہتوں نے یہود کا رنگ پکڑا اور نہ صرف تقوےٰ اور طہارت کو چھوڑا بلکہ ان یہود کی طرح، جو حضرت عیسےٰ کے وقت تھے سچائی کے دشمن ہو گئے تب بالمقابل خدا نے میرا نام مسیح رکھ دیا۔ نہ صرف یہ ہے کہ میں اس زمانے کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہوں بلکہ خود زمانے نے مجھے بلایا ہے"
(براہین احمدیہ حصہ پنجم مطبوعہ ۱۹۰۸ء)

ایمان کا واپس لانا

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ جمعہ کی آیت وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کی تشریح کے طور پر یہ فرمایا تھا کہ:-

لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا
لَنَالَهٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ
(بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورہ جمعہ)

یعنی اگر ایمان ثریا پر بھی جا چکا ہوگا تو ان (سلمان فارسیؓ کی قوم) میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اس کو دوبارہ واپس لائیں گے۔ یہ دراصل مسیح موعودؑ اور آپ کے جانشینوں کے بارے میں ہی پیشگوئی تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ لفظاً و معناً ہر طرح پوری ہو گئی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کے اس پُر آشوب زمانہ میں حقیقی ایمان اور اسلام کو از سر نو تازہ کیا جس کی ایک مختصر جھلک پیش کی جاتی ہے۔

اصلاحِ عقاید

اصلاحِ عقاید کی ہر ایک شق اپنے اندر ایک وسیع مضمون رکھتی ہے۔ لیکن ایک مختصر خاکہ کے طور پر اشارۃً چند باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہستیٔ باری تعالےٰ، عقیدۂ حیاتِ مسیحِ ناصری، مسئلہ ختمِ نبوت، مسئلہ نسخ فی القرآن، مسئلہ جہاد، عصمتِ انبیاء، موعودِ اقوامِ عالم، ملائکۃ اللہ اور معجزات وغیرہ اہم دینی مسائل کے بارہ میں غلط عقاید اور نظریات کو مدلل طور پر صحیح اسلامی نظریات کی روشنی میں واضح فرمایا جس کے نتیجہ میں ابتداءً آپ کی شدید مخالفت ہوئی لیکن اب تعلیم یافتہ طبقہ غلط مروجہ عقاید کو ترک کرنے پر مجبور ہوتا جا رہا ہے۔ اور سعید ارواح حضورؑ کی معقول اور مدلل باتوں کی طرف مائل ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ اور مستقبل قریب میں یہ کہا جا سکے گا کہ ؎

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسےٰ پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجّال کہلانے کے دن

ایک فعّال جماعت کا قیام

سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس مشینی دور میں جبکہ مذہب اسلام کو صرف ملک عرب کیلئے اور وہ بھی چودہ سو سال پرانے زمانے کے لئے ہی موزوں سمجھا جانے لگا تھا یہ ضروری تھا کہ اس سائنٹیفک دور میں بھی اسلام کو ایک عملی صورت میں پیش کیا جاتا تا یہ ثابت ہو جائے کہ اسلام قرونِ اولیٰ کی طرح موجودہ دور میں بھی اپنے

اندر تاثیرات رکھتا ہے اور یہ تاثیرات قیامت تک باقی رہیں گی۔ بشرطیکہ انسان صدقِ دل سے اسلامی اصول کو اپنائے اور ان پر عمل پیرا ہو اس کے لئے عصرِ جدید کی سائنٹیفک ایجادات و اکتشافات روک نہیں بن سکتے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے سرفروشانِ اسلام کی ایک بڑی جماعت تیار کی جس کا مقصدِ حیات صرف اور صرف دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے۔ اس مقصد کے پیشِ نظر جماعتِ احمدیہ کے افراد نے اللہ تعالےٰ کے نام کی بلندی اور احیاءِ اسلام کیلئے ہر میدان میں ہر نوع کی قربانی کی۔ جانی بھی مالی بھی جذباتی بھی

● جانی قربانی کے سلسلہ میں حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب شہید کا نام سرِفہرست ہے۔ کہ باوجود موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنے کے حق سے روگردانی نہ کی اور جوانمردی سے سنگساری قبول کر لی اور زبانِ حال سے کہا ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

● جماعت کی فعالیت کا مرکز و محور امام کی اطاعت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ہماری جماعت کو حضرت مسیح موعودؑ کے طفیل صحابہؓ کے نمونہ کو قیامِ خلافت کے ذریعہ تازہ کرنے کی توفیق بخشی ہے۔ اور اطاعتِ امام کا سلیقہ دیا ہے

● حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت میں خدمت و اشاعتِ اسلام کی وہ روح پھونکی ہے کہ وہ دیوانہ وار ساری دنیا میں اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے اکنافِ عالم میں تشنہ روحوں کو سیراب کر رہی ہے۔

● ہاں ہاں یہ مسیحِ پاک ہی کی مقدس جماعت کے افراد ہیں جنہوں نے مالی قربانی کے جہاد میں صحابہ کرامؓ کا نمونہ پیش کیا ہے۔ جماعت احمدیہ کے اسی ایثار سے متاثر ہو کر شیعہ ہفت روزہ "رضاکار" نے ۱۶؍۴؍۶۴ کو اپنے اداریہ میں لکھا کہ :-

"... اس وقت جماعت کا سالانہ بجٹ ۲۵ لاکھ روپے سے تجاوز کر چکا ہے۔ ہر سال یہ ۲۵ لاکھ روپیہ کہاں سے آتا ہے؟ ہر احمدی اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر جماعتی کاموں کیلئے یہ خطیر رقم فراہم کرتا ہے..."

الغرض مسیح محمدی نے صدیوں کے خوابیدہ اجسام میں ایک حیرت انگیز قربانی کی روح پھونک دی ہے

غلبۂ اسلام کے سامان

قرآن مجید کی روشنی میں اسلام کے بطلِ جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اہم کام یہ بتایا گیا ہے کہ "لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ" (صف : ۱۰) یعنی خدا کے اس مامور و مرسل کی بعثت کی غرض اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنا ہے۔ اور مفسرین اس امر پر متفق ہیں کہ یہ غلبۂ اسلام مسیح موعود کے ذریعہ ہوگا۔ چنانچہ تفسیر جامع البیان جلد ۲۹

میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے :۔

وَذٰلِكَ عِنْدَ نُزُوْلِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آج کے ترقی یافتہ زمانہ میں اسلام کی اشاعت کے لئے جو سہولتیں میسر ہیں وہ پہلے نہیں تھیں۔ کیونکہ موجودہ زمانہ میں تمام مذاہب ظاہر ہو چکے ہیں اور ان کی تعلیمات بھی۔ اور ان کا اسلام سے موازنہ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہے دوسرے یہ کہ رسل و رسائل اور میل جول کے لحاظ سے دنیا ایک ہی شہر کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور پھر پریس وغیرہ کی ایجادات نے تقابلی مطالعہ اور اشاعت عقاید کو بہت آسان بنا دیا ہے اور دراصل دیکھا جائے تو غلبۂ اسلام ہی کے لئے یہ تمام وسائل تدریجاً خدا تعالےٰ نے مہیا فرمائے ہیں اور جب وسائل مکمل ہو گئے تو پھر اسلام کو سربلند کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے نہایت شاندار اور بے نظیر کارنامے سرانجام دئے ہیں جو آپ کی صداقت پر مہر ثبت کر رہے ہیں ان میں سے صرف چند ایک بطور نمونہ مختصراً بیان کئے جاتے ہیں :۔

جدید علم کلام

غلبۂ اسلام کے لئے آپ نے سب سے پہلے علم کلام کو ایک ایسے نہج پر چلایا کہ جس کے نتیجہ میں نہ صرف مذہبی مباحثات کا رنگ بدل گیا بلکہ ان اصول کے مقابل پر کوئی غیر مذہب والا ٹھہر نہیں سکتا۔ آپ نے اپنی تصانیف میں بار بار اس امر کا ذکر فرمایا ہے کہ کسی بھی مذہب کی سچائی کو پرکھنے کیلئے یہ ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ :۔

۱۔ خود وہ مذہب اپنے مقصد اور غرض و غایت کو پورا کرنے کا ثبوت دے اور اس میں کیا شبہ ہو سکتا ہے کہ ہر ایک مذہب کا حقیقی مقصد قرب الٰہی کا حاصل کرانا ہی ہے لہٰذا ہر مذہب یہ ثبوت پیش کرے کہ اس کے پیروؤں کو خدا کا قرب ملتا ہے۔ ورنہ اس کی غرض ہی فوت ہو جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ۔ الخ (حٰمٓ سجدہ ع۴) سے مخالفین پر اتمام حجت کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ اسلام کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ اس پر ایمان لا کر انسان اسی دنیا میں خدا کو پا لیتا ہے۔ اور یہ حصول قرب الٰہی صرف ایک فلسفہ کے طور پر نہیں ہوتا بلکہ ایک زندہ حقیقت ہوتی ہے۔ آپ تمام مذاہب کو مخاطب کر کے تحدی سے فرماتے ہیں :۔

"میں ہر ایک کو کیا عیسائی کیا آریہ کیا یہودی اور کیا برہمو اس سچائی کے دکھلانے کیلئے بلاتا ہوں کیا کوئی ہے جو زندہ خدا کا طالب ہے۔ ہم مردہ خدا کی پرستش نہیں کرتے۔ ہمارا زندہ خدا ہے وہ ہماری مدد کرتا ہے۔ وہ اپنے الہام اور کلام اور آسمانی نشانوں سے ہمیں مدد دیتا ہے اگر دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک کوئی عیسائی طالب حق ہے تو ہمارے زندہ خدا اور اپنے مردہ خدا کا مقابلہ کر کے دیکھ لے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس باہم امتحان کے لئے چالیس دن کافی ہیں"

(تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۱۵)

۲۔ دوسرا اصل آپ نے غلبۂ اسلام کیلئے یہ پیش فرمایا کہ ہر مذہب اپنے معتقدات کا دعوےٰ اور دلیل اپنی مذہبی اور الہامی کتاب سے پیش کرے۔ کیونکہ خدائی کلام کو زید یا بکر کی وکالت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آپ نے تمام مذاہب والوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہارے عقاید خود تراشیدہ ہیں۔ اگر سچے ہو تو دعوےٰ اور دلیل اپنی الہامی کتاب سے پیش کرو۔ دوسری طرف آپ نے اسلام کے دعوے اور دلائل قرآن مجید سے پیش کر دئے۔ اس طرح اسلام کے مقابل پر دوسرے تمام مذاہب پر ایک موت وارد ہو گئی

۳۔ تیسرا اصل آپ نے غلبۂ اسلام کا یہ پیش فرمایا کہ جو مذہب عالمگیر ہونے کا مدعی ہے اس کیلئے صرف یہی کافی نہیں کہ اس کے اندر اچھی تعلیم ہے بلکہ وہ تعلیم ہر شخص اور فطرت کو تسلی دینے والی ہو۔ مثلاً عیسائی بڑے فخر سے حضرت مسیح کی یہ تعلیم پیش کرتے ہیں کہ اگر تیرے گال پر کوئی تھپڑ مارے تو دوسرا بھی اس کے آگے پھیر دے بظاہر یہ تعلیم بڑی خوبصورت ہے لیکن فطرت صحیحہ کے خلاف ہے کیونکہ بسا اوقات دشمن کا مقابلہ نہ کرنا یا مجرم کو سزا نہ دینا فساد کا موجب ہو جاتا ہے۔ اس کے مقابل پر اسلام نے جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ کی تعلیم دے کر موقع اور محل کی مناسبت کو مدنظر رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اس اصل کے ذریعہ بھی مخالفین اسلام کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور آپ اس جدید علم کلام کی وجہ سے فتح نصیب جرنیل ثابت ہوئے۔ چنانچہ امرتسر کے ایک غیر احمدی اخبار "وکیل" کے ایڈیٹر نے آپ کی وفات پر لکھا :۔

"ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے ... مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے .... اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے ... آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔"

(اخبار وکیل امرتسر بحوالہ بدر ۱۸؍جون ۱۹۰۸ء)

کسر صلیب

احادیث کے مطالعے سے مسیح موعود کا ایک زبردست کام کسر صلیب بھی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حدیث نبوی کی پیشگوئی کے مطابق کسر صلیب کا وہ زبردست معجزہ دنیا کو دکھایا کہ ایک طرف عیسائیت کی ساری عمارت دھڑام سے زمین پر گر پڑی اور دوسری طرف اسلام کی سربلندی ظاہر ہوئی۔ آپ نے بانگ دہل اعلان فرمایا

"اس عاجز کو حضرت مسیح کی فطرت سے ایک خاص مشابہت ہے اور اسی فطرتی مشابہت کی وجہ سے مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا ہے تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے سو میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کو قتل کرنے کیلئے بھیجا گیا ہوں۔ میں آسمان سے اترا ہوں ان پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں ہیں جن کو میرا خدا جو میرے ساتھ ہے میرے کام کو پورا کرنے کیلئے ہر ایک مستعد دل میں داخل کرےگا بلکہ کر رہا ہے اور اگر میں چپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے۔ اور ان کے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کے لئے دی گئی ہیں" (فتح اسلام)

یہاں یہ تشریح ضروری ہے کہ کسر صلیب سے مراد ظاہری صلیب توڑنا نہیں بلکہ صلیبی عقیدہ کا ابطال ہے۔ چنانچہ علامہ بدرالدین العینی شارح صحیح بخاری نے بھی یہی معنی لئے ہیں (بخاری جلد ۵ صفحہ ۵۸۴ مطبوعہ مصر) اور حقیقت یہ ہے کہ صلیبی عقیدہ کا ابطال ہی مسیحیت کے ابطال کا زبردست حربہ ہے کیونکہ یہ عیسائیوں کا بنیادی عقیدہ ہے جیسا کہ پولوس لکھتا ہے کہ

"اگر یہ مسیح صلیب پر مر کر جی نہیں اٹھا تو ہماری منادی بھی بے فائدہ اور تمہارا ایمان بھی بے فائدہ (کرنتھیوں باب ۱۵ آیت ۱۴)

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود قرآن مجید اور اناجیل سے حضرت مسیح علیہ السلام کی طبعی وفات ثابت کی اور یہ ثابت کیا کہ آپ صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ اسی طرح تاریخ کی کتب سے ہجرت مسیح ثابت کی کہ وہ کشمیر آئے اور یہیں فوت ہوئے۔ اور سرینگر کے محلہ خانیار میں انکی قبر اب تک موجود ہے۔ اس انقلاب انگیز تحقیق کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب خود ابنائے صلیب ہی صلیب کے ٹکڑے کر رہے ہیں اور وہ اس طرح کہ ۱۹۵۷ء میں ایک کتاب جو Robert Graves مصنف in Rome & Joshua Podro مشہور اشاعتی ادارہ کیسل اینڈ کمپنی لنڈن کی طرف سے شائع کی گئی ہے جس میں تاریخی اور سائینٹفک شواہد سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسےٰ صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر گئے ہیں۔

اسی طرح ۱۹۵۷ء ہی میں مغربی جرمنی سے ایک کتاب بعنوان Das Linnen مصنفہ Kurt Burna شائع کی گئی جس میں سائینس آف فوٹوگرافی کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح کو صلیب پر سے اتارنے کے بعد آپ کے زخموں پر مرہم لگا کر آپ کو جس چادر میں لپیٹا گیا (جو اب تک محفوظ ہے) اس پر جو نشانات ہیں وہ ثابت کرتے ہیں کہ مسیح اس وقت زندہ تھے اور ان کے دل کی حالت اس وقت نارمل تھی۔ اور انہوں نے صلیب پر جان نہیں دی بلکہ صلیب سے آپ کو زندہ اتار لیا گیا تھا۔

یہ سب انقلاب دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی فعال جماعت کی مساعی کا نتیجہ ہے اور اس کا اعتراف خود اہل یورپ کو بھی ہے۔ چنانچہ ہالینڈ کا ایک اخبار "اسلامی ہلال یورپ کے افق پر" کے عنوان سے لکھتا ہے :۔

"یورپ کا نوجوان طبقہ عیسائیت سے بیزار ہو رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں وہ کسی بھی دوسری چیز کو قبول کرنے کیلئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف اسلام یورپ میں اتحاد کا پیغام لئے ہوئے ہے اور یہ نوجوان ادھر مائل ہو رہے ہیں۔ اس میلان کو روکنے اور اس تبلیغ کے اثرات کو دور کرنے کیلئے جس کا سب سے طاقتور انجمن جماعت احمدیہ ہے ہمیں اس کی راہ میں مضبوط ستون گاڑنا ہوگا۔"

(مغرب کے افق پر صفحہ ۲۵)

احیائے خلافت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی اسلام کے وہ بطل جلیل ہیں کہ جن کی بعثت کے نتیجہ میں خلافت جیسی عظیم الشان نعمت کا قیام عمل میں آیا جس کا آپ نے صریح طور پر الوصیت میں ذکر فرمایا ہے۔ اور اسی کے مطابق آپ کی وفات کے بعد خلافت کا قیام عمل میں آیا۔ اور اب ہم خلافت ثالثہ کے دور میں ہیں۔ اسلام میں خلافت کی جو اہمیت ہے اسے اہل نظر جانتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت کے مضبوط نظام کے ذریعہ سے ہماری جماعت دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے

حرف آخر

پس اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے غلام کو موجودہ زمانہ کی اصلاح کیلئے مبعوث فرمایا اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس جلیل القدر فرزند نے ہر میدان میں اسلام کو غالب کر دکھایا۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھلا سکتا.... جبکہ میں ایسا ہوں تو سوچو کہ کیا مرتبہ ہے اس پاک رسول کا جس کی غلامی کی طرف میں منسوب کیا گیا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ" (کشتی نوح صفحہ ۵۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشقِ حقیقی و شیدائے محبت

از مکرم مولوی محمد عبد اللہ صاحب بی ایس سی ۔ ایل ایل بی ۔ نائب امیر جماعت احمدیہ حیدر آباد دکن

عنوانِ بالا ایک طول طویل مضمون کا متقاضی لیکن کوشش یہ کہ دریا کو کوزہ میں سما دیا جائے ماموریِ زمانہ کی سیرت کا یہ پہلو ایسا ممتاز و ممیز کہ کہ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ کے بموجب مخالفین کو بھی اقرار کئے سوا انکار کی گنجائش نہ مل سکی ۱۹۴۷ء یا ۱۹۴۸ء کی بات ہے کہ حیدر آباد کی نشرگاہ سے ہندوستان کے مشاہیر کے عنوان پر چند مایۂ ناز اور بلند پایہ شخصیتوں کے تذکرے سماج میں اعلیٰ مقام کے حامل افراد کی زبانی نشر ہوا کرتے تھے ۔ میرزا فرحت اللہ بیگ مرحوم ریٹائرڈ سیشن جج نے ادبی دنیا میں بھی نام پیدا کیا تھا ۔ ان سے جب اس عنوان پر بولنے کی خواہش کی گئی تو موصوف کی نظرِ انتخاب اپنے مسلک کے مخالف اس ہستی پر جا پڑی جس کے اوصافِ حمیدہ بیان کرنے والے بھی تنگ نظر ملاؤں کے عتاب اور لعن طعن سے بچ نہ سکتے تھے ۔ مجھے خوب یاد ہے کہ موصوف نے نشانِ ملامت بننے کے اندیشے کو بالائے طاق رکھ کر ایک ایسی نرالی بات حضرت مسیح موعودؑ کے بارے میں نشر کی جو شاذ ہی سننے میں آتی ہے ۔ انہوں نے کہا کہ اپنے بعض خدا رسیدہ بزرگوں سے یہ بات سنی تھی کہ دنیائے نامدارِ سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کے دعویدار تو بہت ہوتے ہیں لیکن حقیقی عاشق کی ایک نشانی ہے اور وہ یہ کہ عشق کے کمال کو پہنچنے کے بعد اس کی آنکھوں میں سبز ڈورے نمودار ہوتے ہیں ۔ عرصہ تک موصوف کو ایسی باکمال ہستی کی تلاش رہی ۔ قادیان بھی چلے گئے کہ مرزا صاحب کو بھی دیکھ آئیں ۔ ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سالہا سال کی جستجو کا پھل انہیں وہاں دستیاب ہو گیا ۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھوں میں وہ سبز ڈورے موجود ہیں جو انہیں اپنی ساری زندگی میں کسی اور کی آنکھ میں دکھائی نہ دے سکے ۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ادبی شہ پارے بشکل نثر و نظم ، قصیدہ ہائے عربی و فارسی اس امر پر شاہد ناطق ہیں کہ آپؑ کا عشقِ محمدی اپنے انتہائی درجۂ کمال کو پہنچا ہوا تھا جس کی بدولت ارشادِ خداوندی اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کے مظہرِ اتم کی حیثیت سے نورِ محمدی کی چادرِ ظلیت سے آپؑ کی سرفرازی ہوئی اور آپ نے اعلان فرمایا کہ ؎

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یعنی خالقِ کائنات کی جس محبوب ترین ہستی سے عشق و محبت کے صدقہ میں مَیں قربِ الٰہی و کثرتِ مکالمہ مخاطبہ سے سرفراز ہوا ہوں اس کے عشق و محبت میں سرگرداں رہنا ایک فطرتی امر ہے اور اگر یہ کفر ہے تو خدا کی قسم مجھے سخت ترین کافر ہونے پر فخر ہے ۔

ہر تار و پودِ من بسرایدہ بعشقِ او
از خود تہی و از غمِ آں دلستاں پُرم

یعنی میرا ہر رگ و ریشہ اس کے عشق کا راگ گا رہا ہے ۔ میں اپنی خواہشات کے بارہ میں تہیدست ہوں اور نازاں ہوں کہ اس یکتا و بے نظیر کے غم سے پُر ہوں ۔ اور اگر وہ محبوب کی گلی میں تلوار چلے تو سب سے پہلے اپنی جان نچھاور کر دینے کا آرزو مند جیسا کہ فرمایا ؎

تیغ گر بارد بکوئے آں نگار
آں منم کاول کند جاں را نثار

اس لئے کہ آپ فرماتے ہیں

ما از و یابیم ہر نور و کمال
وصلِ دلدارِ ازل بے او محال

یعنی ہم نے جو کچھ پایا ہے وہ اسی محبوبِ الٰہی کا صدقہ ہے ۔ اور لقاءِ الٰہی تو اس رحمۃ للعالمین کی وساطت و محبت بے پایاں کے بغیر ممکن ہی نہیں ۔ اس کے لازمی نتیجہ کے طور پر آپؑ کی زبانِ مبارک سے یہ ندا گونج اٹھی ؎

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است

در رہِ عشقِ محمد ایں سر و جانم رود
ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزمِ صمیم

زندگانی چیست جاں کردن براہِ تو فدا
رستگاری چیست در بندِ تو بودن صید وار

تا وجودم ہست خواہد بود عشقت در دلم
تا دلم دورانِ خوں دارد بہ تو دارد مدار

یا رسول اللہ بروئت عہد دارم استوار
عشقِ تو دارم ازاں روزیکہ بودم شیر خوار

کیا جوشِ عشق ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عشق و محبت کا بحرِ بے پایاں ٹھاٹھیں مار رہا ہے ۔ اور دنیا کی ہر چیز اس کے تلاطم کا سامنا کرنے سے عاجز ۔ وفورِ محبت ملاحظہ ہو فرماتے ہیں ؎

تا بہ من نورِ رسولِ پاک را بنمودہ اند
عشق او در دل ہمے جوشد چو آب از آبشار

اور فرمایا ؎

آتشِ عشق از دمِ من ہمچو برقے مے جہد
یک طرف اے ہمدمانِ خام از گرد و جوار

یعنی جب سے مجھے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نور دکھایا گیا ہے ۔ حضور کا عشق میرے دل میں یوں جوش مارتا ہے جیسے آبشار سے پانی ۔ آپ کے عشق کی آگ میرے سانس سے بجلی کی طرح نکلتی ہے ۔ اے خام طبع ساتھیو میرے گرد و پیش سے ہٹ جاؤ ۔

اپنے محبوب سے عشق و محبت کے کمال کو پہنچنے پر تسلی نہیں ہوتی بلکہ دلی تڑپ اور آرزو یہ کہ ہر فردِ بشر آپؐ کے مطاع اور محبوب آقا کے عشق میں آپ ہی کی طرح مخمور ہو جائے فرماتے ہیں ؎

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

ایسے عاشقِ صادق کا عشق رنگ لایا اور بارگاہ ربّ العزت میں اس کے اپنے محبوب سے اس عشق و محبت کی قدر دانی اس رنگ میں ہوئی کہ مامورِ زمانہ بنا دیئے گئے اور خالقِ کائنات نے اپنے معارف و رازہائے سربستہ کے انکشافات سے نوازا جن کی بدولت آپ نے روحانی علوم کے ایسے دریا بہا دیئے جنہوں نے اسلام کے معصفا چہرے کو دنیا کے سامنے پیش کیا ۔ جو مرورِ زمانہ کی وجہ سے گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا ۔ براہین احمدیہ ۔ آئینہ کمالاتِ اسلام وغیرہ کئی درجن ضخیم کتابیں منصۂ شہود پر آ گئیں تو آپؑ فرماتے ہیں ؎

ایں چشمۂ رواں کہ بہ خلقِ خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

یعنی یہ جو علوم و معارف کے دریا بہتے دکھائی دے رہے ہیں ان کا منبع و مبدء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا سمندر ہے جس میں سے ایک قطرہ نے یہ گل کھلایا ہے کہ بہتے ہوئے دریاؤں کی شکل اختیار کر لی ۔ ان سے استفادہ کرنے والے اندازہ کر لیں رحمۃ للعالمین کے کمالات کے اس سمندر کا جو ایسے قطرات پر مشتمل ہے ۔ آپ فرماتے ہیں كُلُّ بَرَكَةٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ ہر ایک برکت محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے ۔ پس بڑا مبارک وہ ہے جس نے تعلیم دی اور تعلیم پائی اسی عشق و محبت کے تقاضا کے تحت آپؑ نے شرائطِ بیعت میں بھی درود شریف کے التزام کی تاکید فرمائی ۔ چنانچہ شرطِ سوم یہ ہے :-

" یہ کہ بلا ناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکمِ خدا و رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نمازِ تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے ...... میں مداومت اختیار کرے گا ۔ "

درود شریف کی برکتوں اور فضائل کے بارے میں آپؑ کی تحریرات سے چند اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں جن سے آپ کے عشق و محبت کا بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۳ پر آپؑ نے تحریر فرمایا :-

"ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا ۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ فرشتے آبِ زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں ۔ اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمدؐ کی طرف بھیجی تھیں صلی اللہ علیہ وسلم ۔"

" ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف پڑھنے میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے بہت استغراق رہا ۔ کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں وہ بجز وسیلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مل نہیں سکتیں جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (یعنی اس تک پہنچنے کے لئے اسی کا بتایا ہوا وسیلہ اختیار کرو) تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے اور ایک اندرونی راستہ سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں هٰذَا بِمَا صَلَّيْتَ عَلٰى مُحَمَّدٍ (یہ اس بات کی وجہ سے ہے کہ تم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے)"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۸ حاشیہ)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احسانات کو یاد کر کے آپؐ پر درود بھیجنے کی ہدایت فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :-

" اے لوگو اس محسن نبیؐ پر درود بھیجو جو خداوند رحمان و منان کی صفات کا مظہر ہے کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہی ہے اور جس دل میں آپؐ کے احسانات کا احساس نہیں وہ یا تو ایمان سے ہی تہی ہے اور یا پھر مؤمنِ

ایمان کو تباہ کرنے کے درپے ہے
اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی ھٰذَا الرَّسُوْلِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ سَقَی الْاٰخَرِیْنَ کَمَا سَقَی الْاَوَّلِیْنَ وَصَبَغَھُمْ بِصِبْغِ نَفْسِہٖ وَاَدْخَلَھُمْ فِی الْمُطَھَّرِیْنَ ترجمہ۔ اے اللہ! اس امی رسول اور نبی پر درود بھیج جس نے آخرین کو بھی اسی طرح پانی سے سیر کیا ہے جس طرح اس نے اولین کو سیر کیا۔ اور انہیں اپنے رنگ میں رنگین کیا تھا اور انہیں پاک لوگوں میں داخل کیا تھا۔"

(اعجاز المسیح ص۳۵۴)

(ترجمہ از عربی):-

"اے لوگو! اس رسول پر درود و سلام بھیجو جس کے قدم پر تمام لوگوں کو جمع کیا گیا اور وہ اپنے خدائے رحیم و منان کی طرف کھینچے چلے آئے۔ جس نے بہت سی مخلوق کو مہلک اور پُر مشقت جنگلوں سے نکال کر امن و امان کے سبزہ زاروں اور باغوں میں پہنچایا اور دہشت زدہ دلوں کو دلیری اور بہادری بخشی اور تاریک کر چُور ہو چکی ہوئی ماندہ ہمتوں کو قوی کیا اور مفقود ہو چکے ہوئے انوار کو موجود کر دیا اور حقائق و معارف کے نہایت درخشاں اور خوبصورت موتی اور یاقوت اور مرجان لایا اور اصول قائم کئے اور عقول کو آداب سے مزین کیا اور لوگوں کو کفر اور گمراہی اور سرکشی کی زنجیروں سے نکالا۔ اور مومنوں اور مسلموں کو جو آپ کی خیر و برکات کے طالب تھے یقین اور جمعیت اور اطمینان کا پیالہ پلایا۔ اور انہیں شر اور فساد اور خسارہ کی راہوں سے بچایا۔ اور خیر اور سعادت اور نیکوکاری کی تمام راہوں کی طرف ان کی رہنمائی کی"

(آئینہ کمالات اسلام ص۲)

اپنے محبوب کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کی غرض سے حسب ذیل الفاظ میں ہدایت فرماتے ہیں:-

"تم درود شریف پڑھنے میں بہت ہی متوجہ رہیں اور جیسے کہ کوئی اپنے پیارے کے لئے فی الحقیقت برکت چاہتا ہے ایسے ہی ذوق اور اخلاص سے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے برکت چاہیں اور بہت ہی تضرع سے چاہیں اور اس تضرع اور دعا میں کچھ بناوٹ نہ ہو بلکہ چاہیئے کہ حضرت نبی کریم [illegible] سے سچی دوستی اور محبت ہو اور فی الحقیقت روح کی سچائی سے وہ برکتیں آنحضرت صلعم کے لئے مانگی جائیں کہ جو درود شریف میں مذکور ہیں۔ اگرچہ آنحضرت صلعم کو کسی دوسرے کی دعا کی حاجت نہیں لیکن اس میں ایک نہایت عمیق بھید ہے۔ جو شخص ذاتی محبت سے کسی کے لئے رحمت اور برکت چاہتا ہے وہ بباعث علاقہ ذاتی محبت کے اس شخص کے وجود کی ایک جزو ہو جاتا ہے۔ پس جو فیضان شخص مدعو لہ پر ہوتا ہے وہی فیضان اس پر ہو جاتا ہے اور چونکہ آنحضرت صلعم پر فیضان حضرت احدیت کے بے انتہا ہیں اس لئے درود بھیجنے والوں کو جو ذاتی محبت سے آنحضرت صلعم کے لئے برکت چاہتے ہیں بے انتہا برکتوں سے بقدر اپنے جوش کے حصہ ملتا ہے۔ مگر بغیر روحانی جوش اور ذاتی محبت کے یہ فیضان بہت ہی کم ظاہر ہوتا ہے اور ذاتی محبت کی یہ نشانی ہے کہ انسان کبھی نہ تھکے اور نہ کبھی ملول ہو اور نہ اغراض نفسانی کا دخل ہو۔ اور محض اسی غرض کیلئے پڑھے کہ آنحضرت صلعم پر خداوند کریم کے برکات ظاہر ہوں۔"

(مکتوبات احمدیہ جلد اوّل ص۲۴-۲۵)

آپ نے درود شریف پڑھنے کا صحیح طریق اور درود شریف کی غرض ان الفاظ میں ظاہر فرمائی:-

"جو کچھ بطور رسم اور عادت کیا جائے وہ کچھ چیز نہیں ہے اور نہ اس سے کچھ مرحلہ طے ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ درود شریف اس طور پر نہ پڑھیں کہ جیسا عام لوگ طوطے کی طرح پڑھتے ہیں۔ نہ ان کو جناب حضرت رسول اللہ صلعم سے کچھ کامل خلوص ہوتا ہے اور نہ وہ حضور تام سے اپنے رسول مقبول صلعم کیلئے برکات الٰہی مانگتے ہیں بلکہ درود شریف سے پہلے اپنا یہ مذہب قائم کر لینا چاہیئے کہ رابطہ محبت آنحضرت صلعم اس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ ہرگز اپنا دل تجویز نہ کر سکے کہ ابتدائے زمانہ سے انتہا تک کوئی ایسا فرد بشر گزرا ہے جو اس مرتبہ محبت سے زیادہ محبت رکھتا تھا یا کوئی ایسا فرد آنے والا ہے جو اس سے ترقی کرے گا۔۔۔"

(مکتوبات احمدیہ جلد اوّل ص۱۲-۱۳)

میں نے مشتے نمونہ از خروارے اقتباسات نقل کئے ہیں ورنہ اور کئی ایسی تحریریں حضور کی ملتی ہیں جن میں درود شریف کے بے شمار فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ساری دنیا کو آنحضرت صلعم کا صحیح مرتبہ و مقام پہچاننے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

موجودہ یگ میں حضرت مرزا غلام احمدؑ کے ذریعہ دھرم کی ستھاپنا

بقیہ صفحہ ۱۷

محبتِ الٰہی ان کی اصل جان تھی۔ مخلوقِ خدا کے ساتھ ہمدردی کے جذبات ان میں موجزن تھے یہ نیک لوگ غریبوں کی پناہ تھے یتیموں کا ملجا تھے اور نیک کاموں کے سرانجام دینے میں عاشقِ زار کی طرح تیار رہتے تھے۔ یہ سب اوصاف حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی صحبت کی وجہ سے ان میں پیدا ہوئے۔ کیونکہ یہ مقدس وجود ان اوصاف حمیدہ اور اخلاقِ عالیہ کا مجموعہ تھا۔

آپ کے ایک صحابی حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں:-

"میں نے آپ کو (حضرت مرزا صاحب) اُس وقت دیکھا جب میں دو برس کا بچہ تھا۔ پھر آپ میری آنکھوں سے اُس وقت غائب ہوئے جب میں ۲۷ برس کا جوان تھا۔ مگر میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے آپ سے زیادہ خلیق، آپ سے زیادہ نیک، آپ سے زیادہ بزرگ، آپ سے زیادہ اللہ اور رسول کی محبت میں غرق کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ ایک نور تھے جو انسان کے لئے دنیا پر ظاہر ہوا اور ایک رحمت کی بارش تھے جو ایمان کی خشک سالی کے بعد اس زمین پر برسی اور اسے شاداب کر گئی"

(سیرت المہدی جلد سوم ص۳۰۸)

حضورؑ نے جہاں اپنی پاک صحبت کے ذریعہ ان لوگوں میں نمایاں تبدیلی پیدا کی وہاں جماعت میں شامل ہونے والوں کے لئے آپ نے بارگاہِ الٰہی میں شب و روز دعائیں کیں۔ آپ خود فرماتے ہیں:-

"میں دعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دم زندگی ہے کئے جاؤں گا اور وہ دعا یہی ہے کہ خدا تعالےٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اٹھا دے اور باہم سچی محبت عطا کرے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دعا کسی وقت قبول ہوگی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔"

(اعلان مشمولہ شہادۃ القرآن)

چنانچہ حضور کی یہ دعائیں بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوئیں اور آپ کی قائم کردہ جماعت دینداری، تقویٰ، پرہیزگاری میں ترقی کرتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات کے آٹھ سال بعد مسٹر والٹر سیکرٹری آل انڈیا ینگ مین کرسچین ایسوسی ایشن ۱۹۱۶ء میں قادیان آئے اور جماعت احمدیہ کے افراد سے ملے اور پھر اپنی کتاب "احمدیہ موومنٹ" میں اپنے تاثرات کا ان الفاظ میں اظہار فرمایا:-

"میں نے ۱۹۱۶ء میں قادیان جاکر ایک ایسی جماعت دیکھی جس میں مذہب کے لئے وہ سچا اور زبردست جوش موجود تھا جو ہندوستان کے عام مسلمانوں میں آجکل مفقود ہے۔ قادیان جاکر انسان سمجھ سکتا ہے کہ ایک مسلمان کو محبت و ایمان کی وہ روح جسے وہ عام مسلمانوں میں بے سود تلاش کرتا ہے احمدیہ جماعت میں با فراط ملے گی۔"

آج کے یگ میں محبت، ایمان اور تقویٰ کی صحیح روح آپ کو جماعت احمدیہ میں ملے گی کیونکہ یہ روح فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچا ہوا انسان ہی پیدا کر سکتا ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو اس چشمۂ صافی کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ نے جو نور اتارا ہے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور دھرم کی ستھاپنا کرنے والے اس زمانہ کے اوتار پر ایمان لا کر اور اس کی پاک جماعت میں شامل ہو کر اپنا کلیان کرتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس چشمۂ ہدایت کی طرف دنیا کے تمام لوگوں کی رہنمائی فرمائے اور انہیں توفیق بخشے کہ وہ اسلام کی زرّیں تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنے دین اور دنیا کو سنوار سکیں

آمین

مناجات

میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
میری فریادوں کو سن میں ہو گیا زار و نزار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفےٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار
ایک عالم مر گیا ہے تیرے پانی کے بغیر
پھیر دے اے میرے مولا اس طرف دریا کی دھار

(از درثمین۔ منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

"الامام المھدی" کے لئے ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی

رمضان المبارک میں کسوف و خسوف کا دُہرا نشان

مشرقی اور مغربی کرّے پر اتمامِ حجّت

از مکرم شیخ عبد القادر صاحب نواں کوٹ رستم پارک لاہور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں دوسرا نشانِ صداقت بایں الفاظ بیان کیا ہے:-

"صحیح دار قطنی میں یہ ایک حدیث ہے کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں
اِنَّ لِمَھْدِیِّنَا اٰیَتَیْنِ لَمْ تَکُوْنَا
مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ
یَنْکَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَیْلَۃٍ
مِنْ رَمَضَانَ وَ تَنْکَسِفُ الشَّمْسُ
فِی النِّصْفِ مِنْہُ

ترجمہ:- یعنی ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں اور جب سے کہ زمین و آسمان خدا نے پیدا کیا یہ دو نشان کسی اور مامور اور رسول کے وقت میں ظاہر نہیں ہوئے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مہدی معہود کے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں چاند کا گرہن اس کی اوّل رات میں ہوگا یعنی تیرھویں تاریخ میں اور سورج کا گرہن اس کے دنوں میں سے بیچ کے دن ہوگا۔ یعنی اسی رمضان کے مہینہ کی ۲۸ ویں تاریخ کو۔ اور ایسا واقعہ ابتدائے دنیا سے کسی رسول یا نبی کے وقت میں کبھی ظہور میں نہیں آیا۔ صرف مہدی معہود کے وقت میں اس کا ہونا مقدّر ہے۔ اب تمام انگریزی اور اردو اخبار اور جملہ ماہرینِ ہیئت اس بات کے گواہ ہیں کہ میرے زمانہ میں ہی جس کو عرصہ قریباً بارہ سال کا گزر چکا ہے اسی صفت کا چاند اور سورج کا گرہن رمضان کے مہینہ میں وقوع میں آیا ہے۔ اور جیسا کہ ایک اور حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ گرہن دو مرتبہ رمضان میں واقع ہو چکا ہے۔ اوّل اس ملک میں۔ دوسرے امریکہ میں۔ اور دونوں مرتبہ انہیں تاریخوں میں ہوا ہے جن کی طرف حدیث اشارہ کرتی ہے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۴ و ۱۹۵)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یورپ کے دورہ میں اس نشانِ صداقت کا اعلان بڑی تحدی سے کیا ہے۔ اس موقع پر مکرم و محترم جناب قاضی محمد اسلم صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج نے اس عاجز کو اپنے مکتوب میں توجہ دلائی کہ اب وقت آگیا ہے کہ اس کسوف و خسوف سے متعلقہ جملہ حوالے محفوظ کر لئے جائیں۔ مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب مبلغ ہالینڈ نے بھی اپنے مکتوب میں یہی بات لکھی ہے۔ اس تحریک کے جواب میں ابتدائی تحقیقی نتائج پیشِ قارئین ہیں

(۱)

ادارۂ فلکیات پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں ایک جرمن کتاب Canon dar Finsternissa ہے۔ اس کا انگریزی نام Canon of Eclipsis ہے۔ اس کتاب کے مترتب کا نام درج ذیل ہے Prof Theodor Ritter von Oppolozer۔ یہ ایک آسٹرین عالم فلکیات ہیں۔ اس کتاب میں سورج گرہن کی ۸ ہزار نظیریں پیش کی گئیں جو کہ کم و بیش ۳۴۰۰ سال پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ۱۰ نومبر ۱۲۰۷ء قبل مسیح سے لے کر ۱۷ نومبر ۲۱۶۱ عیسوی تک کے گرہن اس میں درج ہیں۔ انیسویں صدی کے آخر میں یہ کتاب مرتب ہوئی گویا ۳۰۰ سال بعد کے سورج گرہنوں کی پیشگوئی بھی اس کتاب میں موجود ہے۔ اس کتاب میں ۱۶۰ چارٹ ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ ہر ایک سورج گرہن دنیا کے کون کونسے علاقہ پر محیط تھا۔

متذکرہ بالا حدیث میں جس سورج گرہن کا ذکر ہے وہ ۲۸ رمضان ۱۳۱۱ ہجری کو ہوا۔ انگریزی تاریخ ۶ اپریل ۱۸۹۴ء ہے اس گرہن کی تفصیل چارٹ نمبر ۱۴۸ میں دی گئی ہے۔ بہت سے مشرقی ممالک پر یہ گرہن محیط تھا

(۲)

یہ عجیب توارد ہے کہ آئندہ رمضان میں انہی تاریخوں پر چاند اور سورج گرہن دہرایا گیا۔ چنانچہ اگلے سال ۱۸۹۵ء مطابق ۱۳۱۲ ہجری میں رمضان کے مہینہ میں انہی تاریخوں میں امریکہ میں کسوف و خسوف ہوا ایک سال نصف مشرقی کرّے کو نشان دکھایا گیا اور دوسرے سال مغربی کرّے کے لئے آسمانی نشان نمودار ہوا اب مجھے ایسے حوالے کی تلاش تھی جس میں چاروں گرہنوں کا ذکر ہو۔ الحمد للہ ایسی مستند کتاب بھی دستیاب ہو گئی۔ کتاب اور مصنف کا نام درج ذیل ہے:-

The story of Eclipses
G.F. Chambers F.R.A.S.
London 1902

اس کتاب کے صفحہ ۳۲-۳۳ پر ۱۸۹۴ء سے لے کر ۱۹۰۲ء کے کسوف و خسوف کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔ اس فہرست سے ظاہر ہے کہ ۱۸۹۴ء میں چاند گرہن ۲۱ مارچ کو اور سورج گرہن ۶ اپریل کو ہوا۔ اس کی ہجری تاریخیں بھی وہی ہیں جو حدیث میں بیان ہوئی ہیں۔ ۱۳ رمضان ۱۳۱۱ ہجری و ۲۸ رمضان ۱۳۱۱ ہجری متعین ہوتی ہیں۔

دوسرے سال ۱۸۹۵ء میں چاند گرہن ۱۱ مارچ کو اور سورج گرہن ۲۶ مارچ کو ہوا۔ یعنی ۱۳ رمضان و ۲۸ رمضان ۱۳۱۲ ہجری۔ یہ بالکل وہی تاریخیں ہیں جن کا حدیث سید الانام میں ذکر ہے۔ اس طرح ایک عدیم المثال توارد کا ثبوت بھی مل گیا۔

(۳)

اب گزشتہ تین ہزار سالوں کے گرہنوں کا مطالعہ باقی ہے۔ ماہرینِ فلکیات سے استصواب کرنے پر معلوم ہوا کہ اس قسم کا گرہن بہت شاذ، نادر بلکہ شاید عدیم المثال ہے جس میں حسب ذیل شرائط جمع کر دی گئی ہوں

(۱) رمضان کے مہینہ میں چاند اور سورج دونوں کو گرہن لگے۔

(۲) چاند کو گرہن لگنے کی تین تاریخوں ۱۳-۱۴-۱۵ میں سے اوّل رات کو ہو۔

(۳) سورج کو گرہن لگنے کی تاریخ قمری تاریخوں ۲۷-۲۸-۲۹ میں سے درمیانی تاریخ کو ہو۔

(۴) پھر یہ گرہن اگلے رمضان میں بعینہ انہی تاریخوں میں دوہرایا جائے۔

پھر یہ شرط بھی پیش نظر رہے کہ مہدویت کا مدعی موجود ہو اور اس کے علاقہ میں گرہن واضح طور پر نظر آئے۔ اتنا عظیم الشان توارد بالکل عدیم المثال ہے۔ ماہرینِ فلکیات کے خیال میں اس توارد کا امکان بہت شاذ ہے۔

(۴)

حدیث میں ہے کہ رمضان میں دو دفعہ خسوف ہوگا۔ اس کی طرف اشارہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ابتدائی الہامات میں بھی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس آسمانی گواہی کی پیشخبری وقوع سے بارہ سال قبل بایں الفاظ دی گئی

(۱) قُلْ عِنْدِیْ شَھَادَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ
فَھَلْ اَنْتُمْ مُؤْمِنُوْنَ

(۲) قُلْ عِنْدِیْ شَھَادَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ
فَھَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

یعنی ان کو کہہ کہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم ایمان لاؤ گے یا نہیں

ان کو کہہ کہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم قبول کرو گے یا نہیں (یا مسلم ہوگے یا نہیں) (تذکرہ ایڈیشن اوّل صفحہ ۱۵۴)

اس سے ظاہر ہے کہ کسوف و خسوف کا نشان دو دفعہ دکھایا جائے گا۔ پہلا نشان زیادہ تر مشرقی ممالک میں نظر آئے گا اس لئے فرمایا کہ یہ آسمانی نشان دیکھ کر کیا تم مومن نہیں ہوگے؟ دوسرا نشان مغربی کرّہ کے لئے ہے اس لئے فرمایا کہ کیا تم مسلم نہیں ہوگے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کرّوں تک آسمانی نشان پہنچا کر اتمامِ حجّت کر دی ہے۔ مومن اور مسلم بننے کی دعوتِ عام آپ نے دی ہے۔ مبارک ہیں وہ جو آسمانی نشانوں سے فائدہ اٹھا کر آسمان سے آنے والوں کو قبول کرتے اور دنیا و آخرت کی زندگی کو سنوارتے ہیں۔

اس نشانِ آسمانی کے ظہور میں بہت سے حقائق اور پیش آمدہ امور کی طرف اشارہ ہے

۱- الامام المھدی کا ظہور ۱۳۱۱ ہجری سے قبل ہو چکا ہوگا۔ گویا چودھویں صدی کے پہلے عشرہ کا تعیّن کر دیا گیا۔

۲- کسوف و خسوف کا پہلا ظہور مشرقی کرّے میں ہوا۔ گویا ازل سے امام مہدی کی بعثتِ مقدسہ کے لئے مطلع الانوار یعنی سرزمینِ مشرق مقرر ہے۔

۳- کسوف و خسوف کا دوسرا ظہور مغربی کرّے میں ہوا۔ اس میں سارے گلوب پر اتمامِ حجت کے علاوہ یہ بھی اشارہ ہے کہ امام المہدی کی دعوت مشرق سے مغرب کی طرف جائے گی

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"جس طرح بجلی پورب میں کوند کر پچھم کو جاتی ہے اسی طرح ابنِ آدم کا آنا ہوگا۔

پھر فرمایا:-

"ان دنوں میں سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور آسمان سے ستارے گرنے لگیں گے..."

اس وقت وہ فرشتوں کو بھیج کر اپنے برگزیدوں کو زمین کی انتہا سے آسمان کی انتہا تک چاروں طرف سے جمع کرے گا" (متی)

۴۔ اس دوسرے نشانِ آسمانی میں کما کان معدّن منی فبذٰت دتسودؔ کی حقیقت دوہرائی گئی۔

گویا بتایا گیا کہ دنیا کی حالت بالطبع عذاب کی مستحق ہو چکی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس نکتہ کو اپنی کتاب "نور الحق" میں کھول کر بیان کیا ہے۔ انجیل میں لکھا ہے:-

"سورج اور چاند اور ستاروں میں نشان ظاہر ہوں گے اور زمین پر قوموں کو تکلیف ہو گی اور ڈر کے مارے اور زمین پر آنے والی بلاؤں کی راہ دیکھتے دیکھتے لوگوں کی جان میں جان نہ رہے گی" (لوقا ۲۱ ۲۵-۲۶)

۵۔ اس نشان سے قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل پیشگوئی بھی پوری ہو گئی۔ یہ پیشگوئی قیامت صغریٰ یعنی آخری زمانہ کے نبا عظیم اور قیامت کبریٰ دونوں کے متعلق ہے۔ یعنی

"وہ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہو گا؟ (بتا دے) جب نظر تیز ہو جائے گی اور چاند کو خسوف ہو گا اور سورج اور چاند دونوں کو ایک حالت میں جمع کر دیا جائے گا۔ اس وقت انسان کہے گا اب میں بھاگ کر کہاں جا سکتا ہوں۔ سنو آج کوئی عذاب سے بچنے کی جگہ نہیں"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی تحدی سے اس نشان صداقت کو پیش کیا ہے جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:-

"مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے میری تصدیق کے لئے آسمان پر یہ نشان ظاہر کیا ہے ... یہ وہی نشان ہے جس کی نسبت آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں بطور پیشگوئی وعدہ دیا گیا تھا اور وہ یہ ہے قُلۡ عِنۡدِیۡ شَہَادَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُؤۡمِنُوۡنَ۔ قُلۡ عِنۡدِیۡ شَہَادَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُسۡلِمُوۡنَ اس الہام میں اس پیشگوئی کا ذکر محض تخصیص کے لئے ہے۔ یعنی مجھے ایسا نشان دیا گیا ہے جو آدم سے لے کر اس وقت تک کسی کو نہیں دیا گیا۔ غرض میں خانہ کعبہ میں کھڑا ہو کر قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ نشان میری تصدیق کے لئے ..... ایسا ہی میں خانہ کعبہ میں کھڑا ہو کر حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ اس نشان سے صدی کی تعیین ہو گئی ہے کیونکہ جب کہ یہ نشان چودھویں صدی میں ایک شخص کی تصدیق کے لئے ظہور میں آیا تو متعین ہو گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مہدی کے ظہور کے لئے چودھویں صدی ہی قرار دی تھی۔ کیونکہ جس صدی کے سر پر یہ پیشگوئی پوری ہوئی وہی صدی مہدی کے ظہور کے لئے ماننی پڑی تا دعوے اور دلیل میں تفریق اور بُعد پیدا نہ ہو"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۵۳-۵۴)

✣ ✣ ✣

ان پیشگوئیوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو

بقیہ صفحہ ۱۸

ہر جگہ مصائب و شدائد سے دوچار ہے۔ ہر کہیں زخموں پر زخم کھا رہی ہے۔ مگر باینہمہ بڑے یقین اور وثوق کے ساتھ یہ دعویٰ کرتی چلی جا رہی ہے کہ ہم ساری دنیا میں اسلام کو روحانی طور پر غالب کر کے ہی دم لیں گے یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک چیونٹی کسی ہاتھی سے کہہ رہی ہو کہ میرے رستے سے ہٹ جا ورنہ کچل کر رکھ دوں گی!

آخر ایسا کس طرح ہوا؟ وہ کیا چیز ہے جس نے ماریں کھاتی ہوئی ایک قلیل سی جماعت کو اس مقام پر کھڑا کر دیا ہے۔ وہ وہی یقین و ایمان ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستباز انبیاء اپنے خدام کے دلوں میں پیدا کر دیا کرتے ہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر اس طرح یقین و ایمان رکھتے ہیں جیسے وہ وعدے پورے ہو چکے صرف ان کا اظہار و انکشاف اپنے وقت پر ہو گا۔ ان لوگوں کے دل اس یقین سے پُر ہوتے ہیں کہ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں تخلف ممکن نہیں۔ اور یہی وجہ ہے خدا کی قسم یہی وجہ ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے فرمائے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان وعدہ پر یقین رکھتے ہیں کہ

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا۔ اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضرور ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور اُن پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت سے پیش آئے گی وہ آخر فتح یاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائیں گے"

(الوصیۃ)

یہی وہ یقینِ محکم اور غیر متزلزل ایمان ہے جس نے جماعت احمدیہ کو قربانی کے اس ارفع مقام پر کھڑا کر دیا ہے جس پر کھڑے ہونے کی سعادت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں صحابہ کرامؓ نے پائی تھی۔ اگر اللہ تعالیٰ کے ان ایمان افروز وعدوں پر (خدانخواستہ) ہمیں یقین نہ ہو تو ہماری یہ تمام قربانیاں عبث ٹھہرتی ہیں۔

آیئے پھر اسی پیشگوئی کی طرف آیئے! جس کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

"ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہو گا"

اللہ اللہ! کتنے ایمان افزا اور وجد آفریں الفاظ ہیں یہ۔ ان میں سے ہر لفظ یقین کے بلند مینار پر کھڑا ہو کر ہر چہار اطراف کے لوگوں کو دعوتِ فکر اور سبق ایمان دے رہا ہے۔ اور دل میں ایمان کی رمق رکھنے والا انسان ایک عجیب روحانی سرور اور والہیت کے ساتھ خدائے عرش کے حضور اپنا سرِ نیاز عجز سے جھکا دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے کہ یہ پیشگوئیاں ایسے زمانہ میں کی گئیں جب "کوئی نہ جانتا تھا کہ یہ قادیان کدھر" جب احمدیت ایک موہوم سی شے سمجھی جاتی تھی اور جب احمدیت کا مستقبل پوری طرح پردہ اخفا میں تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جو پودا اپنے ہاتھ سے اسلام کی سربلندی کے لئے لگایا تھا وہ انتہائی نامساعد بلکہ صبر آزما اور حوصلہ شکن ادوار سے گزرتا ہوا مخالفت کے بے پناہ طوفانوں کے تھپیڑے کھاتا ہوا بڑھتا رہا اور اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑھتا چلا گیا تا آنکہ اب اس کی شاخیں دنیا کے تمام ممالک میں پھیل رہی ہیں۔ گو ہماری منزل ابھی دور ہے اور ہم نے تین سو سال کا طویل سفر طے کر کے اپنی منزل مقصود تک پہنچنا ہے لیکن پہنچنا ضرور ہے۔ منزل پر پہنچنے کے واضح آثار تو خدا کے فضل سے ہم نے خود دیکھ لئے ہیں اور منزل مقصود کو ہماری آئندہ نسلیں دیکھ لیں گی۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے ہمارے ساتھ ہیں۔ اس کی تائید و نصرت ہماری پشت پر ہے۔ قربانیوں کا جذبہ ہماری رگ رگ میں بھرا ہوا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان پیشگوئیوں پر یقین سے ہمارے دل لبریز ہیں:- (بحوالہ تذکرہ صفحہ ۱۴۵-۱۴۶)

"خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلاؤں گا۔ پر تیرا نام صفحۂ زمین سے کبھی نہیں اٹھے گا اور ایسا ہو گا کہ سب لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ اور تیرے ناکام رہنے کے درپے ہیں اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی و نامرادی میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروزِ قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے .... اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا ... یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"

پس اے بھائیو! ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہو گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ اور زرّیں نصائح

مرتبہ مکرم مولوی عبد الحق صاحب فضل مبلغ انچارج صوبہ بہار

کوئی راہ نزدیک تر راہِ محبت سے نہیں
طے کریں اس راہ سے سالک ہزاروں دشت خار
تیر تاثیر محبت کا خطا جاتا نہیں
تیر اندازو نہ ہونا سُست اس میں زینہار
(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اللہ تعالےٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو "سلطان القلم" اور حضور کی قلم کو "ذوالفقار علی" کا پُر عظمت خطاب عرشِ عظیم سے عنایت فرمایا ہے۔ اور یہ ایک اظہر من الشمس حقیقت ہے کہ حضورؑ کی قلم حقیقت رقم نے علوم کے خزائن انڈیل دئے ہیں۔ ایسے خزانے جن سے اس آخری دور کے بنی نوعِ انسان کی قسمت وابستہ ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ جب تک دنیا خندہ پیشانی سے ان خزائن کو قبول نہ کرے گی اس وقت تک روحانی اور جسمانی عذابوں کا سلسلہ جاری رہے گا اور ابھی ایک مصیبت ختم نہیں ہو گی کہ دوسری نازل ہو جائے گی۔ تا آنکہ الٰہی نوشتوں کے مطابق دنیا ان روحانی خزائن کی طرف متوجہ ہو کر قبول کرے گی۔

حضور علیہ السلام کا پاکیزہ کلام ایسا پُر کیف لطیف، مدلّل اور جذب و کشش کا محور ہے کہ اس کے مطالعہ سے انسانی قلوب سے شکوک و شبہات، یاس و قنوطیت کے اندھیرے چھٹنے لگتے ہیں۔ الفاظ لمعات نور بن کر قلب و روح کو گرماتے اور منور و روشن کرتے ہیں۔ بلکہ انسانی اعمال میں برق رفتاری سے ایک نیک تبدیلی پیدا کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور ہر آن اللہ تعالےٰ اور اس کی مخلوق کی محبت و ہمدردی میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ ان حقائق کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس حقیقت سے حسب استعداد وہی لوگ آگاہ ہیں جو حضورؑ کی کتب کے مطالعہ میں شغف رکھتے ہیں۔

سر دست چند زرّیں نصائح حضور اقدسؑ کے کلام سے پیش کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو ان نصائح کو سمجھنے اور ان پر کما حقہٗ عمل کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین

ایک دُعا

"میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ دن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگوں کو دیکھوں جنہوں نے درحقیقت بدی کو چھوڑ دیا اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا کہ وہ ہر ایک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے اور تکبّر سے، جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے بالکل دور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے۔ دعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں زندگی ہے کئے جاؤں گا اور وہ دعا یہی ہے کہ خدا تعالےٰ میری جماعت کے دلوں کو پاک کر دے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے ہٹا دے اور باہمی سچی محبت عطا کرے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دعا کسی وقت قبول ہو گی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔" (اشتہار ۲۷؍دسمبر ۱۸۹۳ء)

جہاں یہ ایک پُر کیف ناصحانہ اور دلوں میں اتر جانے والی دعا ہے وہاں حضور کی دعاؤں کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ آج جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک ہاتھ پر جمع ہے اور بحیثیت مجموعی اتفاق و اتحاد کی پیکر۔ باہمی ہمدردی اور خدا خوفی کا مثالی نمونہ اور بے شر جماعت ہے جس کا غیر بھی اعتراف کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج غیر احمدی مسلمان فرقے کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود تبلیغ کا اہم فریضہ ادا نہیں کر رہے اور جماعت احمدیہ معجزانہ اور مثالی رنگ میں یہ فریضہ ادا کر رہی ہے۔

دو ہی مسئلے

"میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ کرو۔ میں دو ہی مسئلے کر آیا ہوں اوّل خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہؓ میں پیدا ہوئی تھی کُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہ اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ میرے وجود سے انشاء اللہ ایک صالح جماعت پیدا ہو گی۔ باہمی عداوت کا سبب کیا ہے؟ بخل ہے، رعونت ہے خود پسندی ہے، جذبات ہیں۔ جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے اور باہم محبت و اخوت سے نہیں رہ سکتے جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ چند روزہ مہمان ہیں" (الحکم)

جوانمردی

"اگر کوئی دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کوئی سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں بھی دیدہ دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں بلکہ مجھے چاہیئے کہ میں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لئے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے۔ اگر میرا بھائی سادہ ہے یا کم علم ہے یا سادگی سے اس سے کوئی خطا سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہیئے کہ میں اس سے ٹھٹھا کروں۔ یا چیں بر جبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اس کی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں۔ کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو جب تک وہ اپنے تئیں ہر ایک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دور نہ ہو جائیں۔ خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبولِ الٰہی ہونے کی علامت ہے اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے" (۲۷؍دسمبر ۱۸۹۳ء)

نظرِ استخفاف

"میں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظرِ استخفاف سے دیکھیں خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے یا چھوٹا کون ہے یہ ایک قسم کی تحقیر ہے جس کے اندر حقارت ہے ڈر ہے کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہو جاوے ..... بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سُنے اس کی دلجوئی کرے۔ کوئی چڑ کی بات منہ پر نہ لاوے کہ جس سے دکھ پہنچے ..... تم ایک دوسرے کا چڑ کر نام نہ لو یہ فعل فساق و فجار کا ہے۔ جو شخص کسی کو چڑاتا ہے وہ نہ مرے گا جب تک وہ خود اسی طرح مبتلا نہ ہو گا۔ اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو۔"

ظاہر و باطن

"اس کی توحید زمین پر پھیلانے کیلئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کیلئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے بھیڑیئے ہیں۔ بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں۔ سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ اُن کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے ان پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے بچو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقوٰی اختیار کرو۔"

جلد صلح کرو

"تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں۔ وہ کاٹا جائیگا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کیلئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بد قسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں۔ تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت وہ ہے جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔"

زندگی کا چشمہ

"کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کریگا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائیگا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کیلئے لوگوں کے کان کھلیں"

دُعا اور تدبیر

"چاہیئے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ دنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے لیکن نہ صرف خشک ہونٹوں سے بلکہ چاہیئے کہ تمہارا سچ مچ یہ عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان سے ہی اترتی ہے تم راستباز اس وقت بنو گے جب تم ایسے ہو جاؤ گے کہ ہر ایک کام کے وقت، ہر ایک مشکل کے وقت قبل اسکے کہ کوئی تدبیر کرو اپنا دروازہ بند کرو اور خدا کے آستانہ پر گرو کہ ہمیں یہ مشکل ہے *

* اپنے فضل سے مشکل کشائی فرما۔ تب روح القدس تمہاری مدد کرے گی اور غیب سے کوئی راہ تمہارے لئے کھولی جائے گی" (کشتی نوح) اللہ تعالےٰ ہم سب کو ان نصائح پر عمل کرنے کی توفیق بخشے آمین

مسیح محمدی ـــــ یا ـــــ مسیح موسوی

از مکرم مولوی منظور احمد صاحب گھنوکے ججہ کارکن نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان

تاریخ انبیاء پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ ابوالانبیاء سیدنا و مولانا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل میں نبوت کا انعام بطور موہبت ودیعت کیا گیا اور آپ کے صاحبزادے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں یہ انعام ایک لمبے عرصہ تک قائم رہا جو بنی اسرائیل کہلائے چنانچہ اسرائیلی شاخ کو خدا تعالیٰ نے حکومتیں بھی دیں نبوت سے بھی نوازا۔ حتیٰ کہ ان میں ایک صاحبِ شریعت نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وجود میں مبعوث فرمایا اور اس نبی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی اصلاح چاہی۔ لیکن یہود کچھ اس طرح سے بگڑ چکے تھے اور اپنے اوپر اتنا فخر و تکبر کرنے لگے تھے کہ خداوند غیور نے جب ان کی حرکات کو دیکھا تو ان کو ... عذاب مہین میں مبتلا کر دیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد چودہ سو سال تک کوئی نبی ان میں مبعوث نہ کیا۔ اولیاء اور بزرگ تو ہوتے رہے۔ لیکن یہ امتِ اسرائیل نبوت کے انعام سے محروم کر دی گئی

خدائے رحیم و کریم جو غضب میں دھیما ہے ایک مرتبہ پھر بنی اسرائیل پر رجوع برحمت ہوا اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چودہ سو سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ پیدا کر کے نبوت کے مقام پر کھڑا کیا اور تقدیری زبان میں بنی اسرائیلیوں کو یہ سبق دیا کہ بنی اسرائیل اپنی شرارتوں اور نافرمانیوں کے باعث خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد بن چکے ہیں۔ اور اب اسرائیلیوں میں ایک بھی تو مرد ایسا نہیں کہ جس کے ذریعہ نبی پیدا ہو سکے۔ ایک تازیانہ تھا جو یہودیوں کو لگایا گیا۔ مگر انہوں نے نہ سمجھنا تھا نہ سمجھے۔ اور آخر ہمیشہ ہمیش کے لئے مسیح موسوی کی مخالفت کر کے الٰہی غضب کے مورد بن گئے۔ الامان والحفیظ۔

محمدی سلسلہ

یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ خدا تعالیٰ اپنے پیارے ابراہیم کی ریاضیات و عبادات کو فراموش کر دیتا خدا تعالیٰ نے اگر نسلِ ابراہیم کی اسرائیلی شاخ سے انعام نبوت دائمی طور پر سلب کر لیا تو اس رحیم و کریم نے نسلِ ابراہیم کی دوسری شاخ اسماعیلی نسل کو نوازا اور ایسا نوازا کہ اس میں سید الانبیاء سراج الاصفیاء سردارِ دوجہاں خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور وہ پتھر جس کو معماروں نے حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور ردّی سمجھ کر پھینک دیا تھا آخر وہی کونے کا پتھر بنا۔

خیرِ امت

خدائے حکیم و قدیر نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ایک ایسی امت کی بناء ڈالی جو افراط کے عیوب اور تفریط کی خامیوں سے پاک اور درمیانی راہ پر قائم کی گئی اسی کے سبب اس کا نام امتِ وسط اور خیرِ امت رکھا گیا جو انسان کے لئے آبِ حیات ثابت ہوئی۔ اور ابنِ آدم کے لئے سراسر رحمت کا پیام لائی

جب خیرِ امت قائم ہوئی تو خیر الرسل نے اس کی نگہبانی کی اور ایسی نگہبانی کی اور امت کو اس کی اصلاح اور تربیت کے اعتبار سے ایسے محکم اور مضبوط مقام پر کھڑا کیا کہ خود حضورؐ نے ان کے بارے میں علی الاعلان یہ ارشاد فرمایا کہ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ کہ میرے صحابہ فلکِ نیلگوں پر درخشندہ ستاروں کی مانند ہیں اے سننے والے سُن رکھ کہ تو اس گروہِ پاک میں سے جس کی بھی اقتداء کریگا ہدایت پا جائے گا۔ یہ بلند و بالا مقام ہے خیرِ امت کے ان افراد کا جنہوں نے اپنے آقا و مطاع خیر الرسل کی کامل اتباع کی اور اس کامل اتباع کے طفیل وہ خدا تعالیٰ کے محبوب بن گئے۔

مقامِ نبوت

جیسا کہ خود سردارِ دوجہاں سید الانبیاء والاصفیاء حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کہ میری امت کے علماء جب کامل اتباع کرتے ہیں۔ اور اپنے وجود کو کھو بیٹھتے ہیں تو وہ فنا فی اللہ و فنا فی الرسول کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ایسے وجودوں کا ہاتھ پکڑ کر ان کو انبیاء کے مقام پر لا کھڑا کرتا ہے جس مقام پر نسلِ اسحٰق یعنی بنی اسرائیل کے نبیوں کو کھڑا کرتا رہا۔ پس آج امتِ محمدیہ کا ہر فرد اس مقام کو حاصل کر سکتا ہے جس مقام پر بنی اسرائیل کے انبیاء فائز ہوئے۔ یہی خیرِ امت اور خیر رسل کی برکات ہیں۔

مسیح محمدی

یہی وجہ ہے کہ جہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے بڑی بڑی برکات و انعامات کی بشارات دی تھیں وہاں پر آخری زمانے میں اپنی امت کے اندر بگاڑ پیدا ہونے اور طرح طرح کے مفاسد کی بھی اطلاع دی تھی اور انہی مفاسد کی اصلاح۔ تجدیدِ دین اور قیامِ شریعت کی غرض سے مسیح موعود کے ظہور کی بشارت بھی دی اور اسی مسیح کو نبی اللہ بھی کہہ کر یاد فرمایا۔ گویا آپؐ کی امت جب بنی اسرائیل کی طرح بگڑ جائے گی اور ان کے مفاسد کی انتہا ہو جائے گی تب اصلاحِ امت کے لئے خدا تعالیٰ اسی امت سے مسیح کو، جو نبی اللہ ہوگا مبعوث کرے گا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چودہ سو سال بعد مسیحِ موسوی بنی اسرائیل کی اصلاح کیلئے مبعوث ہوئے بعینہٖ اسی طرح شاخِ اسمٰعیل میں حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چودہ سو سال بعد مسیحِ محمدی ظاہر ہوگا۔

مسیحِ محمدی کا ظہور

وہ مسیح اپنے وقت پر حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود میں ظاہر ہوا لیکن جیسا کہ بنی اسرائیلیوں نے مسیح موسوی کی شدید مخالفت کی اسی طرح مسیح محمدیؐ کی کُرت مخالفت ہوئی۔ اس قدر سخت مخالفت کہ جس کی نظیر ملنا محال ہے اور تا حال مخالفت جاری ہے

ایک اختلاف

مسیح محمدیؐ کے ظہور پر امتِ محمدیہ میں سے ہی نہیں بلکہ غیر اقوام میں سے بھی اس خدا کے مقدس اور جری کو بہتوں نے پہچانا سعادتمندی کے ساتھ اس خدائی آواز کو سنا اور خلوص کے ساتھ اس کے دامن سے وابستہ ہو گئے لیکن وہ جن کے اندر اسرائیلی روح کام کر رہی تھی جو مثلِ احبار تھے اور جن کے اندر کاہنوں کی روحیں بول رہی تھیں وہ برہم ہوئے۔ اور انہوں نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ امتِ محمدیہ کے لئے بنی اسرائیل کے موسوی مسیح نے آنا ہے یعنی ابنِ مریم نے !

فیصلہ و انصاف

قارئین کرام ! غور فرمائیے کہ ایک طرف ہم اسلام کو زندہ مذہب قرار دیں۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زندہ رسول مانیں۔ اور قرآنِ پاک کو زندہ کتاب قرار دیں اور دوسری طرف عملی طور پر ہم یہ یقین کریں کہ اب امت کے بگاڑ کے وقت اسرائیلی مسیح اس امت کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوگا۔ کیا یہ حیرت و استعجاب میں ڈالنے والی بات نہیں۔ مقامِ حیرت ہے کہ وہ اسرائیلی مسیح جو اپنے وقت میں امتِ اسرائیل کی اصلاح نہ کر سکے۔ بقول شما جو صلیب پر لٹکائے گئے اور ہمارے عقیدہ کے رُو سے وہ صلیب سے زندہ اتر کر اپنے ملک سے ہجرت کر گئے اب کونسی نئی طاقت لے کر آئیں گے کہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکیں جبکہ امتِ مسلمہ اپنے تعصب، تعفن اور افعال و کردار سے امتِ اسرائیل سے بھی دو ہاتھ آگے نکل چکی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایک با غیرت مسلمان جس کے اندر رائی کے برابر بھی ایمان ہے وہ کبھی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تخت پر اسرائیلی مسیح کو لا کر بٹھائے اور اپنے قول و فعل کے ذریعہ یہ ثبوت بہم پہنچائے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام روحانی فرزند نالائق اور ناخلف ثابت ہوئے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ضرورت پیش آئی کہ وہ ایسے شخص کو امتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے مقرر فرمائے جو خیرِ امت سے باہر کا ہو۔ اور خود اپنے وقت میں اپنے مشن میں ناکام رہا ہو۔

خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت

امتِ محمدیہ میں جس مسیح کے آنے کی خبر تھی وہ عین وقت پر آیا اور پہچاننے والی آنکھوں نے اس کو حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام مسیح موعود مہدی مسعود کے وجود میں پہچانا۔ الحمد للہ۔ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت نے ثابت کر دیا کہ اس امت کی اصلاح اسی امت میں کھڑا ہونے والا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام کرے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں دیوانہ و سرشار ہوگا۔ سو خدا کی نظرِ انتخاب حضرت مرزا صاحب پر پڑی جو عشقِ الٰہی میں دیوانہ تھے اور محبتِ رسول میں فنا تھے اور آپ کو مسیحیت و مہدویت کے مقام پر کھڑا کر دیا۔ دنیا والوں نے انتہائی مخالفت کر کے کفر کے فتوے لگائے۔ لیکن آپ کو محبتِ الٰہی اور عشقِ رسول کا جو جام پلایا گیا تھا اس کے نشہ میں سرشار رہ کر ہر آن آپ کی زبانِ مطہر یہ ورد کرتی رہی کہ ؎

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

پس خدا تعالیٰ کے انتخاب کا کون مقابلہ کر سکتا تھا دنیا نے چاہا کہ اس پودے کو جسے خدا تعالیٰ کے ہاتھوں نے لگایا تھا اکھاڑ پھینکے مگر وہ بڑھا اور پھیلا اور پھولا اور آج تناور درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے جس کے گھنے سایہ تلے مختلف اقوام و ملل۔ مالک دنیا کے آرام پا رہے ہیں اور یہ وہی شجرۂ طیبہ ہے جس کو احمدیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے

اے برادرانِ اسلام ! خدا کے لئے غور کرو کہ کیا ان حقائق کی روشنی میں بھی آپ اسرائیلی مسیح کے منتظر رہیں گے یا انتہائی سعادتمندی سے مسیح محمدی کے دامن سے وابستہ ہو جائیں گے۔ وما علینا الا البلاغ۔

تحریکِ وقفِ عارضی

سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے کئی ایک نہایت بابرکت تحریکات جاری فرمائی ہوئی ہیں۔ جن میں سے ایک تحریک وقفِ عارضی بھی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دوست سال میں کم ازکم ایک دفعہ دو ہفتہ سے لے کر چھ ہفتہ تک کا عرصہ خدمتِ دین کے لئے وقف کریں۔ اور اپنے خرچ پر یہ عرصہ جہاں اُن کو بھجوایا جائے گزاریں اور جماعت کی تربیتی ضروریات کو پُورا کریں۔ اس وقف کا ایک فائدہ تو خود واقفِ عارضی کو ہی پہنچتا ہے جس کو ایک بہت عمدہ موقعہ خود اپنی اصلاح کا ملتا ہے۔ نمازِ تہجد اور دعاؤں کا موقعہ ملتا ہے۔ اور پھر جماعت کی تربیت کے سلسلہ میں اس کا بے حد فائدہ ہوتا ہے۔ ہمارے پاس اس قدر معلّم نہیں ہیں کہ ہر جماعت کو مہیا کئے جا سکیں۔ یہ سکیم جو حضور انور کی جاری فرمودہ ہے اگر اس پر ہمارے احباب پوری توجہ دیں تو تھوڑے عرصہ میں جماعت تربیتی لحاظ سے بڑی ترقی کر سکتی ہے۔ ہر جماعت میں واقفین کو مسلسل بھیجا جا کر جماعت کی تربیت اور ان میں بیداری پیدا کی جا سکتی ہے۔

اس تحریک میں ہر حرفہ اور پیشہ کے لوگ حصّہ لے سکتے ہیں۔ ملازمین اپنی رخصتوں کے حق سے فائدہ اٹھا کر یہ خدمت کر سکتے ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر اور وکیل بھی خدمتِ دین کے لئے وقت نکال سکتے ہیں۔ کاروباری دوست بھی کم از کم سال میں کچھ وقت خدمتِ دین کے لئے نکال سکتے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ قریب ایّام میں ہمارے دو کاروباری دوستوں نے اس خدمت کے لئے وقت دیا جو بہت ہی مفید ثابت ہوا۔ یعنی مکرم سیٹھ محمد رفعت اللہ صاحب غوری آف یادگیر کو بیجاپور بھیجا گیا۔ اور مکرم محمد صبغت اللہ صاحب آف بنگلور کو جماعت ہبلی میں بھیجا گیا۔ ہر دو دوستوں کے یہ وقفِ ایّام بہت ہی بابرکت ثابت ہوئے۔ یہ دوست دوسروں کے لئے نمونہ ہیں۔ جنہوں نے اپنے بڑے معقول کاروبار سے ایک معیّن وقت نکال کر اپنے پیارے امام کے حکم کی تعمیل میں خدمتِ دین میں خرچ کیا۔ اگر ہمارے دوسرے کاروباری، ملازم پیشہ اور دیگر پیشہ ور دوست اپنا وقت نکال کر خدمتِ دین میں خرچ کریں تو یہ ان کی اپنی رُوحانی ترقیات کا بھی موجب ہوگا۔ اور جماعت کو بھی بے حد فائدہ ہوگا جماعتیں بیدار ہوں گی اور اپنے فرائض کو سمجھنے لگیں گی۔

پس میں ہر مخلص احمدی سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے اوقات میں سے کم ازکم دو ہفتہ اور زیادہ چھ ہفتہ تک جس قدر خدا تعالیٰ توفیق دے خدمت کے لئے وقف کریں۔ اور اپنے آپ کو اپنے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کا مستحق بنائیں۔ خود اپنی اصلاحِ نفس کا ذریعہ بنائیں اور جماعت کی تربیت کے کام کو سر انجام دے کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ٹھہریں۔

اس غرض کے لئے جماعتوں میں فارم وقفِ عارضی قبل ازیں بھجوائے جا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے آمین۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

امروز قومِ من نشناسد مقامِ من — روزے بگریہ یاد کند وقتِ خوشترم

(مسیح موعودؑ)

ہو گیا آخر نمایاں فرقِ "نور و نار" کا

انتخاب از "دُرِّ عدن" مجموعہ کلام حضرت سیّدہ مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا

پھر نئی صورت میں ظاہر جلوۂ جاناں ہوا
نور پھر اُترا جہاں میں "مبدء الانوار" کا

چن لیا اِک عاشقِ خیر الرسلؐ شیدائے دیں
جس کی رگ رگ میں بھرا تھا عشق اپنے یار کا

حکم فرمایا "قلم تھامے ہوئے میداں میں آ"
سفحۂ قرطاس سے رد کر عدو کے وار کا

پھینک کر شمشیر و خنجر آج دُنیا کو دکھا
جذبِ صادق، رعبِ ایماں عاشقانِ زار کا

"گالیاں کھا کر دُعا دو پا کے دُکھ آرام دو"
روز دل پر تیر کھاؤ حکم ہے دلدار کا

ایک دن تو سب نے مرنا ہے یہ کچھ مشکل نہیں
دن میں سو سو بار مرنا کام ہے ابرار کا

نوکِ خامہ سے سلجھتی گتھیاں دکھلا گئے
خوب تار و پود بکھرا دجل کی سرکار کا

جھوٹ کے مُنہ سے اُترنے جب لگی پھٹ کر نقاب
ہو گیا دشوار سینا اس کے اِک اِک تار کا

سانپ کی مانند بل کھاتا ہے ابلیسِ لعیں
دیکھ کر رنگِ جمالی احمدِ مختارؐ کا

حق و باطل میں کرے گی چشمِ بینا امتیاز
ہو گیا آخر نمایاں فرق "نور و نار" کا

REGD. No. P. 67 PHONE NO. 35

The Weekly Badr Qadian

MASIH-I-MAUD NUMBER

بنی نوع انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے

اور

ہر ایک بدعملی، ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اُصول

ارشاداتِ عالیہ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

"مَیں اس بات کا مخالف ہوں کہ دین کے لئے تلوار اٹھائی جائے۔ اور مذہب کے لئے خدا کے بندوں کے خون کئے جائیں۔ اور مَیں مامور ہوں کہ جہاں تک مجھ سے ہوسکے ان تمام غلطیوں کو مسلمانوں سے دُور کردوں اور پاک اخلاق اور بُردباری اور حلم اور انصاف اور راستبازی کی راہوں کی طرف اُن کو بُلاؤں۔ مَیں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہُوں کہ دُنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ مَیں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہُوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر۔ مَیں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہُوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے۔ اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اُصول۔

میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرّک یہ ہے کہ مَیں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے۔ اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے۔ اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہُوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے۔ اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر مَیں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کردوں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولت مند ہوجائیں گے جس کے پاس آج دُنیا میں سب سے بڑھ کر سونا چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ **سچّا خُدا**۔ اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا۔ اور سچا ایمان اس پر لانا۔ اور سچی محبت کے ساتھ اس سے تعلّق پیدا کرنا۔ اور سچّی برکات اُس سے پانا۔ پس اس قدر دولت پاکر سخت ظُلم ہے کہ مَیں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں اور وہ بھوکے مریں۔ اور مَیں عیش کروں۔ یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا۔ **میرا دِل** ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر کباب ہوجاتا ہے۔ ان کی تاریکی اور تنگ گذرانی پر میری جان گھٹتی جاتی ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ آسمانی مال سے اُن کے گھر بھر جائیں۔ اور سچائی اور یقین کے جواہر اُن کو اتنے ملیں کہ اُن کے دامن استعداد پُر ہوجائیں۔"

(اربعین ۱)